

چند باتیں

معزز قارئین! جرائم کی دنیا میں بعض اوقات ایسے مجرم بھی نمودار ہوجاتے ہیں جو مجرم ہونے کے باوجود بھی مجرم نہیں ہوتے۔ ان کا مقصد بے حد نیک ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کا انداز مجرمانہ ہوتا ہے۔ ڈیشنگ تھری بھی ایسے مجرموں کی کہانی ہے، جن کے سامنے ایک بلند اور اعلیٰ مقصد ہے۔ لیکن اپنے مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے جو طریقہ استعمال کیا وہ عمران جیسے آدمی کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ چنانچہ عمران اور ان مجرموں کے درمیان ایک خوفناک کش مکش شروع ہوگئی۔ لیکن جب عمران نے ان مجرموں پر قابو پا لیا تب اسے احساس ہو کہ یہ بیچارے تو بڑے اعلیٰ مقصد کے لئے ہاتھ پیر مار رہے تھے۔ اور ظاہر ہے عمران آخر عمران ہی ہے۔ وہ انہیں گرفتار کرنے کے بجائے مونگ کی دال کھلانے پر مصر ہوجاتا ہے۔ اور سیکرٹ سروس اور ایکسٹو ظاہر ہے

اس دال پر لیموں نچوڑنے کے علاوہ اور کیا
کرسکتے تھے۔

اس ناول کے اختتام پر پہنچنے کے بعد آپ کی
ہمدردیاں یقیناً مجرموں کے ساتھ ہوں گی اور
شاید آپ بھی عمران کی مونگ کی دال کی دعوت
میں شریک ہونا پسند کریں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ
آپ ناول پہلے پڑھ لیں۔

والسلام

مظہر کلیم ایم، اے

کمرے کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور بڑی سی میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے سفید مونچھوں والے باوقار شخصیت کے مالک سر جمشید نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ ان کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

دروازے سے داخل ہونے والا ایک نوجوان تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس کے بال الجھے ہوئے تھے۔ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی ہو رہی تھی اور جسم پر موجود شاندار سوٹ اس وقت کریز سے بے نیاز تھا۔ اس نے ایک ہاتھ میں ایک کاغذ پکڑا ہوا تھا۔ چہرے پر انتہائی جوش کے آثار نمایاں تھے۔

"سر، سر میں نے کامیابی حاصل کر لی ہے۔ عظیم کامیابی۔" اس نے میز کے قریب آکر انتہائی مسرت آمیز لہجے میں کہا۔

"کیا کامیابی حاصل ہو گئی ہے کمال، بیٹھ جاؤ اور اطمینان سے مجھے بتلاؤ۔" سر جمشید نے قدرے مسکراتے ہوئے مگر انتہائی سخت لہجے میں اس نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ویری سوری سر دراصل کامیابی کے جوش میں مجھے آداب کا خیال نہیں رہا۔" نوجوان نے اچانک مؤدبانہ لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں تم جیسے جوشیلے نوجوان ہی غیر معمولی کامیابیاں حاصل کرتے ہیں۔ مجھے بتلاؤ کیا بات ہے۔" سر جمشید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو سر۔ آپ کو تو علم ہے کہ میں انٹر لائٹ بم تھیوری پر کام کر رہا تھا اور آپ کو یہ سن کر یقیناً مسرت ہوگی کہ میں نے اس بم کو تیار کرنے میں کامیابی حاصل کر لی ہے۔ یہ دیکھئے اس کا فارمولا۔" کمال نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کاغذ کو سر جمشید کے سامنے بڑے ادب سے رکھتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ اگر تم واقعی ٹھیک کہہ رہے ہو تو یہ ایک عظیم کامیابی ہے۔" سر جمشید نے جواب دیا اور پھر کاغذ اٹھا کر اسے غور سے دیکھنے لگے۔

کمال بڑی اشتیاق آمیز نظروں سے انہیں دیکھتا رہا۔ سر جمشید کافی دیر تک اس کاغذ کو غور سے دیکھتے رہے۔

پہلے تو ان کے چہرے پر سنجیدگی کے تاثرات طاری رہے مگر تھوڑی دیر بعد ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ اب ان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تیر رہی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ خوشی سے اچھلنا چاہتے ہوں، مگر اپنے وقار کا خیال رکھ کر وہ اس مسرت کو دبا رہے ہوں۔

"ویری گڈ، ویری گڈ۔ واقعی اس فارمولے کے تحت یہ بم کامیاب رہے گا۔ تم نے واقعی اس پر محنت کی ہے۔ میں مبارکباد پیش کرتا ہوں کمال۔ تم نے ایک عظیم اور خلاف توقع کامیابی حاصل کی ہے۔ سر جمشید نے مسرت آمیز لہجے میں کہا۔

"تھینک یو سر۔ آج کئی برس کے بعد میری محنت بار آور ہوئی ہے۔"

اب آپ اس کے پریکٹیکل کے لیے انتظامات کرائیں۔ میں جلد از جلد اس کو تیار کر کے اس کی کارکردگی چیک کرنا چاہتا ہوں۔" کمال نے جوشیلے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے، میں آج ہی ڈیفنس کونسل کو اس بارے میں رپورٹ کرتا ہوں۔ امید ہے، جلد ہی منظوری آجائے گی۔" سر جمشید نے جواب دیا۔

"تھینک یو سر۔ بس ایک مہربانی فرمائیے گا۔ ڈیفنس کونسل کو بھرپور سفارش کیجئے گا کہ وہ جلد از جلد اس کی منظوری دے دیں۔" کمال نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"تم بے فکر رہو کمال۔ مجھے تمہاری محنت کا احساس ہے میں جلد ہی اس کی منظوری حاصل کرلوں گا۔" سر جمشید نے اس کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو سر۔ اچھا اب مجھے اجازت دیجئے میں کئی دن سے گھر نہیں گیا۔ میں آج اطمینان بھری نیند سونا چاہتا ہوں۔" کمال نے اجازت طلب لہجے میں کہا۔

"ہاں، ہاں اب تم جاسکتے ہو۔" سر جمشید نے کہا۔

"اوکے سر گڈ بائی۔" کمال نے سلام کرتے ہوئے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

اس کے باہر نکلتے ہی دروازہ بند ہو گیا اور سر جمشید نے ایک بار پھر اس کاغذ کو بغور دیکھنا شروع کر دیا۔ پھر انہوں نے ٹیلی فون کا ریسپور اٹھایا اور بٹن دبا کر پی-ایم کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

"ڈیفنس کونسل سیکرٹری ارشد سے بات کرواؤ۔"

"بہتر سر۔" دوسری طرف سے پی-ایم کی آواز سنائی دی اور سر جمشید نے ریسپور کریڈل

پر رکھ دیا۔

چند لمحوں بعد ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ سر جمشید نے چونک کر ریسیور اٹھا لیا۔

"ارشاد صاحب سے بات کیجئے سر۔" پی-اے کی آواز ریسیور پر ابھری۔

"ہیلو جمشید سپیکنگ۔" سر جمشید نے باوقار لہجے میں کہا۔
"یس ارشد بول رہا ہوں سر جمشید، فرمائیے کیسے یاد کیا۔" دوسری طرف سے بھی ایک گھمبیر آواز سنائی دی۔

"ارشاد صاحب! میرے محکمے کے ایک سائنسدان کمال حسین کو تو آپ اچھی طرح جانتے ہی ہوں گے۔" سر جمشید نے بات کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"کمال حسین، ہاں ہاں وہ جوشیلا سا نوجوان! ہاں اچھی طرح جانتا ہوں۔ اس کے کام کی آپ نے ایک بار تعریف بھی کی تھی۔ کیوں، کیا ہوا، کوئی خاص بات ہوگئی ہے۔" سیکرٹری ارشد نے تجسس آمیز لہجے میں پوچھا۔

"ہاں آج اس نے ایک عظیم کامیابی حاصل کر لی ہے۔ وہ ایک نئی ساخت کے بم پر کام کر رہا تھا۔ اسے اس نے اٹر لائٹ بم کا نام دے رکھا ہے۔ وہ کئی سالوں سے اس کی تھیوری پر بڑی محنت کر رہا تھا۔ آج اس نے نظریاتی طور پر اس بم کو بنانے کا فارمولا تیار کر ہی لیا ہے۔ اس وقت فارمولا میرے سامنے موجود ہے اور اسے دیکھ کر معلوم ہو رہا ہے کہ یہ بم انتہائی کامیاب ہتھیار ثابت ہوگا۔" سر جمشید نے تعریفی لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ، اٹر لائٹ بم واقعی نیا نام ہے۔ اس کا بنیادی آئیڈیا کیا ہے؟" سیکرٹری ارشد نے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔

"یہ بم سائنس کے اس فارمولے پر بنایا گیا ہے کہ جس جگہ کی ہوا ہلکی ہوکر اوپر اٹھ جاتی ہے تو وہاں دوسری ہوا پوری قوت سے اس خلاء کو پورا کرنے کے لئے

آگے بڑھتی ہے۔ اس طرح اس علاقے میں آندھی آجاتی ہے۔" سر جمشید نے سیکرٹری کو سمجھاتے ہوئے کہا۔
 "تو کیا یہ ہم آندھی لے آئے گا؟" سیکرٹری ارشد نے مسرت آمیز لہجے میں پوچھا۔

"ہاں، جس جگہ پر یہ ہم گرایا جائے گا وہاں اس ہم کی رینج کے مطابق اس علاقے کی ہوا یکدم ہلکی ہوکر اوپر بوجائے گی اور نتیجہ کے طور پر اس قدر شدید آندھی آجائے گی کہ اس کا تصور بھی محال ہے۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ مضبوط سے مضبوط عمارت بھی اس کے نتیجے میں تنکوں کی طرح اڑ جائے گی۔" سر جمشید نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"اوہ ویری گڈ، یہ واقعی ایک عظیم ایجاد ہے اس کے تحت دشمن کے ہوائی اڈے، اہم تنصیبات، ان کی فوجوں کے جمگھٹے باآسانی تتر بتر کیے جا سکتے ہیں۔" سیکرٹری ارشد نے مسرت سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"ہاں! سب کچھ ممکن بوجائے گا۔ محدود مقدار میں بھی یہ ہم جنگ کا پانسہ باآسانی پلٹ سکتے ہیں۔" سر جمشید نے فخریہ لہجے میں کہا۔

"تو پھر جلد ہی اس کی تیار کا انتظام ہونا چاہیئے۔" سیکرٹری ارشد نے اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔

"اسی مقصد کے لئے میں نے آپ کو ٹیلی فون کیا ہے کہ میں یہ فارمولا کونسل میں بھیج رہا ہوں۔ آپ اس سلسلے میں ذاتی دلچسپی لے کر اس کی جتنی جلدی ہوسکے منظوری حاصل کرکے واپس بجھوا دیں تاکہ اس کی کامیابی کی رپورٹ میرے محکمے کی اس سال کی کارکردگی میں شامل ہوسکے۔" سر جمشید نے جواب دیا۔
 "ٹھیک ہے سر جمشید آپ اس فارمولے کو کل میرے پاس بجھوا دیں۔"

میں

کوشش کروں گا کہ ڈیفنس کونسل اس کو جلد از جلد منظور کرے۔"
سیکرٹری ارشد نے اعتماد سے پر لہجے میں جواب دیا۔
"تھینک یو۔ بس اتنا خیال کیجئے گا کہ فارمولا خفیہ ہاتھوں میں رہنا
چاہیئے۔ کیوں کہ اس کی اگر ہوا بھی کسی کو لگ گئی تو ہم تو ایک
طرف رہا، ہمیں کمال حسین کی جان سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔"
سر جمشید نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں۔ مجھے اپنی ذمہ داریوں کا بخوبی احساس ہے۔"
سیکرٹری ارشد نے گھمبیر لہجے میں جواب دیا۔
"اوکے گڈبائی۔" سر جمشید نے کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے
ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ اس فارمولے پر اپنی
رپورٹ لکھنے میں مصروف ہو گئے تاکہ اسے ڈیفنس کونسل
بھیجنے کے لئے تیار کر دیں۔

عمران آرام کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے بڑے اطمینان سے ایک
ضخیم کتاب کے مطالعے میں مصروف تھا۔ اُسے چونکہ مطالعے
کے لئے بڑا کم وقت ملتا تھا اس لئے آج جیسے ہی اسے موقع ملا
اُس نے سلیمان کو بلا کر سنجیدگی سے کہہ دیا کہ کم از کم
دو گھنٹے تک اسے کسی قیمت پر ڈسٹرب نہ کیا جائے اور اگر کوئی
ٹیلیفون بھی کرے تو صرف پیغام نوٹ کر لے۔

اسے مطالعہ کرتے ہوئے ایک گھنٹہ سے زیادہ ہو گیا تھا اور وہ تقریباً چوتھائی کتاب پڑھ چکا تھا کہ اچانک سلیمان کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"صاحب، صاحب۔"

"کیا بے میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ مجھے ڈسٹرب نہ کرنا۔" عمران نے چونک کر سر اٹھاتے ہوئے انتہائی تلخ لہجے میں جواب دیا۔

"صاحب سر سلطان کا ٹیلی فون ہے۔ میں نے بہتیرا ان سے کہا ہے کہ آپ مطالعہ کر رہے ہیں مگر وہ مانتے ہی نہیں کہتے ہیں انتہائی ضروری کام ہے۔" سلیمان نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"سر سلطان نے بھی زندگی عذاب کر رکھی ہے۔ چین سے دو گھنٹے مطالعہ بھی نہیں کرنے دیتے۔ ٹیلی فون یہاں لے اٹھا لاؤ۔" عمران نے جھنجھلاتے لہجے میں جواب دیا اور کتاب بند کر کے ساتھ موجود تپائی پر رکھ دی۔

چند لمحوں بعد سلیمان نے ٹیلی فون لا کر ساتھ کی تپائی پر رکھ دیا اور ریسپور عمران کے ہاتھوں میں دیتے ہوئے کہا۔
"صاحب چائے لے آؤں آپ تھک گئے ہوں گے۔" سلیمان کا لہجہ بے حد مشفقانہ تھا۔

"نہیں ضرورت نہیں ہے۔" عمران نے خلاف توقع ڈانٹ کر جواب دیا۔ اور سلیمان کان دبائے خاموشی سے باہر چلا گیا۔ وہ عمران کے موڈ کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ مطالعے میں ڈسٹربنگ سے اب عمران کا موڈ سارا دن آف رہے گا۔

"یس عمران سپیکنگ۔" عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"میں سلطان بول رہا ہوں عمران بیٹے۔" دوسری طرف سے سر سلطان کی

کی باوقار آواز سنائی دی۔

"مجھے معلوم ہے فرمائیے۔" عمران نے پہلے سے بھی زیادہ سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ اس کے چہرے پر ناگواری اور بیزاری کے گہرے تاثرات نمایاں تھے۔

"عمران بیٹے! کیا بات ہے آج تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔" سر سلطان نے تشویش آمیز لہجے میں پوچھا۔ کیونکہ عمران کا اس قسم کا رویہ ان کی توقع کے خلاف تھا۔

"کیا آپ نے صرف میری طبیعت پوچھنے کے لئے ٹیلی فون کیا تھا۔" عمران کا لہجہ اور سخت ہو گیا۔

"نہیں، یہ بات نہیں مجھے ایک ضروری کام تھا۔ مجھے سلیمان نے بتلایا تھا کہ تم مطالعے میں مصروف ہو مگر کام اتنا ضروری تھا تھا کہ تمہیں ڈسٹرب کرنا ہی پڑا۔" اس بار سر سلطان نے بھی انتہائی سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"آپ اگر اس تمہید کے بجائے وہ کام ہی بتلا دیتے تو زیادہ بہتر تھا، بہر حال فرمائیے۔" عمران کا موڈ بدستور آف تھا۔

"کیا تم نے کل کا اخبار دیکھا تھا۔" سر سلطان نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں مجھے اخبار کی فرصت ہی نہیں ملی۔" عمران نے جواب دیا۔

"کل کے اخبار میں ایک خبر شائع ہوئی ہے۔ اس خبر پر حکام میں تہلکہ مچا ہوا ہے کیونکہ یہ ٹاپ سیکرٹ تھا۔ اس کا آؤٹ ہوجانا ملک کے مفاد میں نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے۔" سر سلطان نے بتلایا۔

"پھر میں کیا کرسکتا ہوں۔ میرے لئے کیا حکم ہے۔" عمران نے اسی طرح سپاٹ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"عمران تمہارا موڈ اس وقت آف ہے۔ اس لئے تم سے کچھ کہنا فضول ہے۔ تم مطالعہ کرو اور اگر ہوسکے تو کل کا اخبار دیکھ لینا۔ جب تک تمہارا موڈ ٹھیک ہو جائے گا۔" سر سلطان نے اس کے لہجے پر جھنجھلا کر جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ ریسپور رکھ چکے تھے۔

عمران کے سنجیدہ چہرے پر پہلی بار مسکراہٹ دوڑ گئی اور اس نے ریسپور کریڈل پر رکھتے ہوئے ایک طویل سانس لی۔ اور پھر زور سے سلیمان کو آواز دی۔

پہلی آواز پر ہی سلیمان الف لیلیٰ کے جن کی طرح حاضر ہو گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ انتظار میں تھا۔

"جی" اس نے بے حد مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔
 "سلیمان پیارے فون سے پہلے تم کوئی بات کر رہے تھے۔" عمران کا لہجہ نے حد نرم تھا۔ چہرے پر پہلے والی معصومیت چھا گئی تھی۔

"میری یادداشت کافی عرصے سے خراب ہے جناب اس لئے میں نہیں بتلا سکتا کہ میں کیا کہہ رہا تھا۔" سلیمان عمران کا موڈ دیکھتے ہی بگڑ گیا۔

"کتنے عرصے سے خراب ہے؟" عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کہہ تو رہا ہوں کہ یادداشت خراب ہے۔ اب عرصہ کیسے بتلاؤں۔" سلیمان بھلا کب عمران کے چکر میں آنے والا تھا۔

"اچھا پھر تمہیں تو یہ بھی یاد نہیں ہوگا کہ تم نے اس مہینے کی تنخواہ لینی ہے یا نہیں۔" عمران اب پوری طرح فارم میں آگیا تھا۔

"ارے نہیں جناب لینے کے معاملے میں میری یادداشت ڈبل ہو گئی ہے۔ صرف دینے کے معاملے میں خراب رہتی ہے۔ صرف اس مہینے

کی ہی نہیں بلکہ پچھلے پورے سال کی تنخواہ لینی ہے۔" سلیمان نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"ارے ارے خدا کا واسطہ مانو مجھ غریب پر ظلم کرتے ہو۔ مجھ سے تو تم آئندہ دس سال کی تنخواہ بھی پیشگی لے چکے ہو۔" عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اچھا، اچھا نہ آپ کی بات صحیح نہ میری۔ آپ اس ماہ کی تنخواہ ہی دے دیجئے۔" سلیمان فوراً صلح پر اتر آیا۔

"اب بات ہوئی نا۔ اچھا تمہیں یاد تو ہوگا کہ تین چار مہینے ہوئے تم نے مجھے سو روپیہ ادھار دیا تھا۔" عمران نے کہا۔

"بالکل یاد ہے جناب۔ بھلا یہ بھی کوئی بھولنے والی بات ہے۔" سلیمان نے زور دے کر کہا۔

"تو پھر یہ بھی یاد ہوگا کہ پرسوں تم نے مجھ سے پانچ سو روپے ادھار لئے تھے۔" عمران نے سنجیدہ لہجہ بناتے ہوئے کہا۔

"قطعاً نہیں، بالکل نہیں۔ مجھے قطعاً یاد نہیں۔" سلیمان نے فوراً جواب دیا۔

"ٹھیک ہے اب میں سمجھ گیا، تمہاری یادداشت تمہارے کنٹرول میں رہتی ہے۔ جب چاہا ٹھیک ہوگئی جب جی چاہا خراب ہوگئی۔" عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے جناب۔ آج کل زمانہ بڑا خراب ہے۔ اس لئے ہر چیز اپنے کنٹرول میں رکھنی چاہیئے۔" سلیمان نے بڑے فلسفیانہ لہجے میں جواب دیا۔

"اچھا جناب فلسفی صاحب! اب مزید میرا مغز نہ کھائیے۔ ایک کپ چائے اور کل کی تاریخ کا اخبار لے آئیے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چائے تو میں پی چکا ہوں دوبارہ پینے کا موڈ نہیں ہے۔ اور کل کا اخبار تو میں چائے بناتے ہوئے جلا بھی چکا ہوں آپ نے خود ہی تو

کہا تھا کہ گھر

صاف ستھرا رکھنا چاہیئے۔ خواہ مخواہ پرانے اخباروں کی ردی سے گھر کو خراب کرنے کا کیا فائدہ۔" سلیمان نے بڑے اطمینان سے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی واپس مڑ گیا۔

"تمہارے پرزے بھی اب مجھے کسنے پڑیں گے سلیمان!" عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر دوبارہ کتاب اٹھا کھول لی۔ تھوڑی دیر بعد سلیمان چائے کا کپ تپائی، اور ایک اخبار میز پر رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ساتھ والے گھر سے مانگ کر لایا ہوں آئندہ اخبار روز پڑھ لیا کریں۔ پرانا اخبار پڑھنے والے زمانے سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔" سلیمان نے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا باہر چلا گیا۔

عمران نے کتاب میز پر رکھ کر اخبار اٹھا لیا اور چائے پینے کے ساتھ ساتھ اس کی نظریں اخبار کی خبروں پر دوڑنے لگیں۔ اسے اس خبر کی تلاش تھی جس کے لئے سر سلطان اور حکام اتنے پریشان تھے۔ مگر تمام اخبار پڑھنے کے باوجود اسے کوئی ایسی خبر نظر نہ آئی جسے وہ اہمیت کے قابل سمجھتا۔

عمران نے کچھ سوچتے ہوئے رسیور اٹھایا اور سر سلطان کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ جلد ہی رابطہ مل گیا۔

"سلطان سپیکنگ۔" دوسری طرف اسے سر سلطان کی گھمبیر آواز سنائی دی۔

"آپ کیوں اتنی کسر نفسی سے کام لیتے ہیں کہ اپنا سر ہی غائب کر دیتے ہیں۔ بے سر کے آپ کچھ نہیں لگتے۔ صرف سلطان کے بجائے سر سلطان کہا کریں۔" عمران نے بڑے شفقتہ لہجے میں کہا۔

"ہوں تو تمہارا موڈ ٹھیک ہو گیا ہے۔ مگر عمران اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ تم روز بروز کچھ موڈی بوتے جارہے ہو۔" سر سلطان نے قدرے ناراض لہجے

میں کہا۔

"ارے جناب ایسی کوئی بات نہیں۔ دراصل بعض اوقات مجھے آپ کو تنگ کرنے کو خواہ مخواہ ہی جی چاہتا ہے۔" عمران نے ان کی سنجیدگی کو محسوس کرتے ہوئے انہیں منانے کے لئے کہا۔
"دیکھو عمران تم میرے ساتھ ایسا رویہ اختیار نہ کرو میرے محبت بھرے جذبات کو ٹھیس لگتی ہے۔" سر سلطان نے اسے تنبیہ کرتے ہوئے کہا۔

"تو پھر آپ کو جنگلوں میں عمران، عمران پکارتے پھرنا چاہیئے تھا۔" عمران نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا اور سر سلطان اس کی بات پر بے اختیار قہقہہ لگانے پر مجبور ہو گئے۔
"کل کا اخبار میرے سامنے پڑا ہے مگر اس میں تو اہم ترین چیز ایک ہی ہے۔ اور وہ بے ضرورت رشتہ کا اشتہار۔" عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"عمران بیٹے فرنٹ پیج پر دو کالمی خبر لگی ہوئی ہے ائر لائنٹ بم کے متعلق، اسے پڑھو۔" سر سلطان نے سنجیدہ لہجے میں بتلایا۔
عمران نے اخبار پر نظریں دوڑائیں اور پھر اس کی نظریں اس خبر پر پڑ گئیں۔ اس نے بڑے غور سے اس خبر کو پڑھنا شروع کر دیا۔
خبر میں ائر لائنٹ بم کے متعلق پوری تفصیلی خبر موجود تھی۔
"میں نے خبر پڑھ لی ہے جناب مگر اس میں مجھے کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔ البتہ بم کا آئیڈیا نیا ہے۔ عمران نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"عمران بیٹے تمہیں معلوم ہے کہ ہماری حکومت نے ڈیفنس کونسل کے تحت ایک واروپین ریسرچ سنٹر قائم ہوا کیا ہے۔ اس ریسرچ سنٹر کے انچارج

سائنسدان سر جمشید ہیں۔ ریسرچ سنٹر کے ایک سائنسدان کمال حسین نے ہم کا فارمولا تیار کیا ہے اور پھر سر جمشید نے اسے منظوری کے لئے ڈیفنس کونسل میں بھیج دیا ہے۔ یہ ٹاپ سیکرٹ تھا مگر خبر لیک آؤٹ ہو گئی اور اخبار میں آنے کے بعد فارن ریڈیو نے بھی اس خبر کی تفصیلات براڈ کاسٹ کی ہیں۔ اب حکام یہ سوچ رہے ہیں کہ یقیناً غیرملکی جاسوس اس فارمولے کو اڑانے کے لئے ہر ممکن کوشش کریں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ کمال حسین کی جان کو بھی شدید خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ اگر ایسا ہو گیا تو یہ ملک کے مفاد کے لئے انتہائی نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔" سر سلطان نے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"یہ کیسے معلوم ہوا کہ خبر لیک آؤٹ ہو گئی؟" عمران نے پوچھا۔ "ہاں خبر لیک آؤٹ ہوتے ہی سر جمشید نے ملٹری انٹیلی جنس کو رپورٹ کی اور انہوں نے دو گھنٹے کی تحقیقات کے بعد سر جمشید کے پی-اے کو گرفتار کر لیا۔ سر جمشید کے پی-اے نے ایک اخباری رپورٹر کو یہ خبر بتلائی تھی۔ سر جمشید نے ڈیفنس کونسل کے سیکرٹری کو ٹیلی فون پر اس فارمولے کی تفصیلات بتائی تھیں۔ پی-اے نے وہ تفصیلات سن لیں اور ایک اخباری رپورٹر کو بتلا دیں۔" سر سلطان نے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"مگر ابھی اس بلچل کی کیا ضرورت ہے۔ آپ ایسا کریں کہ ملٹری انٹیلی جنس کو چوکنا کر دیں کہ وہ کمال حسین اور اس فارمولے کی حفاظت شروع کر دے۔ اگر کوئی بات ہوئی تو وہ سنبھال لیں گے۔ عمران نے شاید بات ٹالنے کے لئے کہا۔

"نہیں عمران مجھے معلوم ہے کہ اگر غیرملکی جاسوس میدان میں کود پڑے

تو معاملہ ان سے نہیں سنبھالا جائے گا۔ ہماری حکومت اس فارمولے کو کسی قیمت پر ضائع نہیں ہونے دینا چاہتی۔ دوسری بات یہ کہ کمال حسین سے ہماری حکومت نے بے حد توقعات وابستہ کر رکھی ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ وہ نوجوان اغواء ہو جائے یا جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اس لئے پرائم منسٹر نے مجھے خصوصی طور پر کہا ہے کہ میں ایکسٹو کو اس معاملے کا چارج دے دوں۔" سر سلطان نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"جناب اگر میں کوئی بات کروں گا تو آپ ناراض ہو جائیں گے۔ اب بھلا آپ ہی بتلائیں کہ ابھی کھیل شروع بھی نہیں ہوا اور میں پہلے ہی چوکیداری شروع کردوں یہ تو وہی بات ہوئی کہ مسجد بنی نہیں اور مؤذن موجود ہے۔ ویسے آپ کی خاطر میں یہ کرسکنا ہوں کہ اپنا ایک ممبر وہاں تعینات کردوں اگر اس نے کسی وقت بھی کسی مشکوک معاملے کی رپورٹ دی تو پھر میں باقاعدہ کام شروع کردوں گا۔" عمران نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے میں بھی یہی چاہتا تھا کہ معاملہ تمہاری نظروں میں رہے تاکہ تم بروقت اس کا سدباب کرسکو۔" سر سلطان نے اس کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"چلو جیسے آپ خوش رہیں۔ میں کیپٹن شکیل کو سر جمشید کے پی۔اے کی حیثیت سے بھیج دیتا ہوں۔ آپ سر جمشید سے کہہ دیں۔ وہ ہوشیار آدمی ہے۔ خیال رکھے گا۔ عمران نے جواب دیا۔

"اوکے میں ابھی انہیں اطلاع کردیتا ہوں۔ تعاون کا شکریہ۔" سر سلطان نے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا سر سلطان نے ریسور رکھ دیا۔

عمران نے کریڈل دبا کر کیپٹن شکیل کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ جلد ہی رابطہ مل گیا۔
 "کیپٹن شکیل سپیکنگ" دوسری طرف سے کیپٹن شکیل کی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو" عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔
 "فرمائیے جناب۔" کیپٹن شکیل کا لہجہ فوراً مؤدبانہ ہو گیا۔
 "کیپٹن شکیل معمولی سا میک اپ کر کے واروین ریسرچ سنٹر چلے جاؤ۔ کوڈ ایکسٹو ہوگا۔ وہاں تمہیں سنٹر کے انچارج سر جمشید کے پی۔اے کی حیثیت سے کام کرنا ہے۔ سنٹر میں کام کرنے والے ایک سائنسدان کمال حسین کی نگرانی کرنی ہے۔ اس نے ایک نئی ساخت کے بم کا فورمولا تیار کر لیا ہے۔ آج کل سنٹر میں اس فارمولے پر کام ہو رہا ہے اور خطرہ ہے کہ غیر ملکی جاسوس اس فارمولے کو نہ لے اڑیں یا کمال حسین کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔" عمران نے اسے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر میں ابھی وہاں چلا جاتا ہوں۔" کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔
 "واچ ٹرانسمیٹر ساتھ لے جانا۔ اگر تمہیں کسی پر بھی شک ہو جائے کہ غیر ملکی مداخلت ہو رہی ہے تو مجھے فوراً مطلع کر دینا۔" عمران نے اسے مزید ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب۔" کیپٹن شکیل نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔
 "اوکے۔" عمران نے کہا اور پھر ریسپور رکھ کر اس نے ایک طویل سانس لیا اور ایک بار پھر کتاب اٹھا کر پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔

شہر سے بیس میل دور ملٹری ایریا میں واروپین ریسرچ سنٹر کی عمارت وسیع و عریض رقبے کو گھیرے ہوئے تھی اس عمارت کے گرد خاردار تاروں کی کافی بلند باڑھ موجود تھی ان تاروں میں بروقت انتہائی طاقتور الیکٹرک کرنٹ موجود رہتا تھا۔ عمارت کے گرد چوبیس گھنٹے ملٹری کا پہرہ رہتا تھا۔

اس وقت آدھی سے زیادہ رات گزر چکی تھی۔ سنٹر کی عمارت سرچ لائٹوں کی تیز روشنی میں نہائی ہوئی تھی اور مسلح گارڈ باقاعدہ پہرے پر موجود تھے۔ گیٹ پر دو مسلح آدمی بڑے چوکنے انداز میں پہرہ دے رہے تھے۔ اس عمارت میں داخلے کے لئے انتہائی سخت قواعد تھے۔ بغیر سپیشل اجازت کے کسی کو اندر نہیں جانے دیا جاتا تھا۔

اچانک دور سے ایک کار کی بیڈ لائٹس موڑ مڑ کر عمارت کے گیٹ کی طرف تیزی سے بڑھتی چلی آئیں۔ تھوڑی دیر بعد کار مین گیٹ کے سامنے آکر رک گئی۔ دربان چوکنے ہوکر سیدھے ہو گئے۔

دوسرے لمحے کار کا دروازہ کھلا اور ایک سمارٹ سا نوجوان اس میں سے اتر کر دربان کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ایک چھوٹے سے کارڈ کو دربان کے سامنے کر دیا۔ کارڈ کے درمیان میں سرخ رنگ کی فاختہ بنی ہوئی تھی جو ایک بندوق کی نال پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"آپ کو کس سے ملنا ہے؟" دربان نے سخت لہجے میں نوجوان کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔
 "ٹاپ سیکرٹ۔" نوجوان نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"باشم، کار کو اچھی طرح چیک کرو۔" دربان نے ساتھ کھڑے دوسرے دربان کو حکمانہ لہجے میں کہا اور وہ دربان تیزی سے کار کی طرف بڑھ گیا۔

"آپ برائے کرم اپنی تلاشی دیں۔" دربان نے اس نوجوان سے کہا اور نوجوان نے بڑے اطمینان سے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔ دربان نے جیب سے گائیگر نکالا اور پھر نوجوان کے تمام جسم پر پھیر کر دیکھنے لگا۔ مگر گائیگر خاموش رہا۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ لوہے کی کوئی چیز اس کے کپڑوں میں موجود نہیں ہے۔

"اوکے۔" دوسرے دربان نے بھی کار کی تلاشی کے بعد کہا۔
 "گیٹ کھول دو۔" پہلے دربان نے دوسرے سے کہا۔ وہ شائد اس کا انچارج تھا اور دوسرے دربان نے پھرتی سے گیٹ کھول دیا۔

نوجوان نے دوبارہ ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور چند لمحوں بعد کار گیٹ کو اس کرگئی۔ کار کی رفتار کافی آہستہ تھی اس لئے آہستہ آہستہ وہ اصل عمارت کے قریب ہوتی چلی گئی۔ عمارت کے سامنے کے رخ سے گھوم کر کار اس کے

عقبی طرف آئی اور پھر ایک چھوٹے سے دروازے کے سامنے جا کر رک گئی۔ نوجوان کار سے اترا اور پھر اس نے دروازے پر تین دفعہ مخصوص انداز میں دستک دی۔ دوسرے لمحے دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور ایک سٹین گن کی نال نوجوان کے سینے پر ٹک گئی۔ نوجوان نے بڑے اطمینان سے وہی کارڈ سامنے کر دیا۔ "آپ کو کس سے ملنا ہے؟" سٹین گن بردار نے انتہائی سخت لہجے میں سوال کیا۔ اس کی تیز نظریں نوجوان کا بغور جائزہ لے رہی تھیں۔

"ٹاپ سیکرٹ۔" نوجوان نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ دربان اس کی بات سنتے ہی ایک طرف ہٹ گیا۔ نوجوان بڑے اطمینان سے اندر داخل ہوا۔ یہ ایک طویل گیلری تھی جس کا اختتام ایک بہت بڑے دروازے پر ہوتا تھا۔ دروازہ مکمل طور پر سٹیل کا بنا ہوا تھا۔ اس دروازے کے باہر کوئی دربان نہیں تھا۔ نوجوان تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس دروازے کے سامنے پہنچ کر رک گیا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا کارڈ دروازے میں موجود ایک جھری کے اندر ڈال دیا اور خود بڑے اطمینان سے کھڑا ہو گیا۔ ابھی اسے وہاں کھڑے چند لمحے ہی گزرے تھے کہ اچانک سرر سرر کی تیز آواز پیدا ہوئی اور سیمنٹ کے بلاکس کی بنی ہوئی مضبوط دیوار کسی پردے کی طرح کھنچ کر اس دروازے کے اوپر آگئی۔ دیوار نے دروازے کو پوری طرح ڈھک لیا۔

دیوار کو دیکھتے ہی نوجوان کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے سراسیمگی کے آثار پیدا ہوئے۔ گو اس نے دوسرے لمحے اپنے آپ کو مطمئن کر لیا مگر اس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار پیدا ہوتے ہی اچانک گیلری ایک تیز سیٹی کی آواز سے گونج اٹھی اور اس کے ساتھ ہی اس طرف سے بھی ایک دیوار کھنچتی چلی آئی جس طرف سے وہ آیا تھا۔

اب وہ اس گیلری میں مقید ہو کر رہ گیا اس سے پہلے کہ وہ یہاں سے نکلنے کے لئے کچھ کرسکتا، گیلری کی دیواروں سے سفید رنگ کا گاڑھا دھواں نکلنے لگا۔ چند ہی لمحوں میں گیلری دھوئیں سے بھر گئی اور وہ نوجوان ایک دو لمحے کے لئے لہڑکھڑایا اور پھر گیلری کے فرش پر بے ہوش ہو کر گر گیا۔

آہستہ آہستہ گیلری سے دھواں چھٹتا چلا گیا اور اس کے بعد پچھلی دیوار اپنی جگہ سے ہٹی اور چار مسلح آدمی تیزی سے بڑھ کر اس نوجوان کے قریب آئے۔ وہ بے حد چوکنا محسوس ہوتے تھے۔ نوجوان فرش پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔

انے والوں میں سے ایک نے نوجوان کی نبض دیکھی اور پھر ساتھ والوں سے مخاطب ہو کر کہا۔
"اسے اٹھاؤ۔"

ایک آدمی نے اس نوجوان کو اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور پھر وہ تیزی سے اس دیوار کی طرف بڑھے جو دروازے کے سامنے آگئی تھی۔ دیوار کے سامنے پہنچ کر وہ رک گئے۔ ان میں سے ایک نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا اور تیز لہجے میں بولا۔
"اوکے۔"

اس کے اوکے کہتے ہی دیوار تیزی سے ایک طرف سمٹتی چلی گئی اور پھر دروازہ بھی خود بخود کھل گیا۔ وہ اس نوجوان کو لئے اندر داخل ہوئے۔ یہاں بھی ایک چھوٹی سی گیلری تھی جو آگے جا کر دو حصوں میں بٹ گئی تھی۔ وہ دائیں طرف والے حصے کی طرف مڑ گئے اور پھر انہوں نے ایک دروازے کے باہر لگا ہوا بٹن دبایا۔ دروازہ کھلا اور وہ سب اس کمرے میں داخل ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی دروازہ بند ہو گیا اور کمرہ کسی لفٹ کی طرح اوپر اٹھتا چلا گیا۔ کافی اوپر جا کر

کمرہ رک گیا اور اس کے ساتھ ہی کمرہ ایک بار پھر کھل گیا اور وہ بابر نکل آئے۔ یہ دروازہ بھی ایک گیلری میں کھلتا تھا۔ گیلری کے کونے میں صرف ایک دروازہ تھا۔ وہ اس دروازے کے سامنے جا کر رک گئے۔ ان میں سے ایک نے جھک کر دروازے کی دہلیز میں لگا ہوا ایک چھوٹا سا بٹن دبایا اور پھر سیدھا ہو گیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھل گیا اور وہ اس نوجوان کو لئے اندر داخل ہوئے۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا جس میں ایک بڑی سی میز کے پیچھے ایک نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر خشونت کے آثار نمایاں تھے۔ وہ بڑی غصیلی نظروں سے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ "اس کو سامنے والی کرسی کے ساتھ باندھ دو۔" نوجوان نے بڑے تحکمانہ لہجے میں کہا اور نوجوان کو لے آنے والوں نے اسے کرسی سے اچھی طرح باندھ دیا۔

"اب تم جاسکتے ہو۔" نوجوان نے ان سے مخاطب ہو کر کہا اور مسلح آدمی کمرے سے بابر نکل گئے۔ نوجوان کے سامنے میز پر وہی کارڈ پڑا ہوا تھا اور وہ اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گہری نظروں سے نوجوان کا جائزہ لیا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے تاثرات تھے جیسے وہ اصل بات کی تہہ تک نہ پہنچ پا رہا ہو۔

کافی دیر تک سوچنے کے بعد اس نے گھڑی دیکھی اور پھر بڑبڑاتے ہوئے کہنے لگا۔

"اب تک تو اسے ہوش آجانا چاہیئے۔" اور ایک بار پھر کرسی پر بے ہوش پڑے نوجوان کو دیکھنے لگا۔

چند لمحوں بعد نوجوان کے جسم میں حرکت ہوئی اور اس کے ساتھ ہی اس نے آنکھیں کھول دیں۔

آنکھیں کھول کر وہ چند لمحے تک میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے نوجوان اور کمرے کا جائزہ لیتا رہا پھر اس کی آنکھوں میں اطمینان کی لہریں دوڑنے لگیں۔

"سنو نوجوان! تم اس وقت ایسی جگہ موجود ہو جہاں غلط طور پر آنے والوں کے لئے صرف ایک ہی سزا ہے۔" میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے نوجوان نے گھمبیر لہجے میں گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"میں جانتا ہوں ایسے لوگوں کے لئے سزائے موت مقدر ہے۔" بندھے ہوئے نوجوان نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیا۔ "خوب، اس بات کو جانتے ہوئے بھی تم نے یہ غلط حرکت کی ہے۔ کیا خود کشی کرنے کے لئے تمہارے پاس کوئی اور تجویز نہیں تھی۔" میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے نوجوان نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"خود کشی کی بات تو تب ہوتی جب میں اس عمارت میں غلط طریقے سے داخل ہوتا۔ غلط حرکت تو آپ لوگوں نے کی ہے کہ بغیر کچھ سوچے سمجھے مجھے بے ہوش کر کے یہاں باندھ دیا۔ آپ لوگوں کو اس غلطی کا بہت سخت خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔" نوجوان نے بڑے بااعتماد لہجے میں جواب دیا۔

"ہم خمیازہ بھگت لیں گے، پہلے تم اپنا تعارف کراؤ۔ او یہ سوچ لینا کہ جب تک میرا اطمینان نہیں ہوگا تمہاری بات کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔" سخت لہجے میں جواب دیا گیا۔

"میں اپنا تعارف کروانے کے لئے تیار ہوں۔ مگر پہلے مجھے یہ بتلایا جائے کہ مجھے پوچھ گچھ کرنے والے کا حدود اربعہ کیا ہے تاکہ میں سمجھ سکوں کہ میں کسی غلط آدمی کے سامنے راز عیاں نہیں کر رہا۔" بندھے ہوئے نوجوان نے پہلے سے بھی زیادہ اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"میں نائٹ انچارج ہوں اور میرا نام سلطان ہے۔" میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے نوجوان نے اس بار قدرے نرم لہجے میں جواب دیا۔ شاید اس نوجوان کے اعتماد سے پُر لہجے نے اس کی خود اعتمادی کو متزلزل کر دیا تھا۔

"ٹھیک ہے، مجھے بھی تم ہی سے ملنا تھا۔ مجھے ڈی-ون کہا جاتا ہے۔ تمہارے لئے میرا اتنا ہی تعارف کافی ہے۔ بندھے ہوئے نوجوان نے قدرے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ڈی-ون، یہ کیا ہوا۔ میں کچھ نہیں سمجھا۔" انچارج سلطان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم سمجھ بھی نہیں سکتے کیونکہ ہم نے ابھی تک کوئی ایسا کارنامہ انجام نہیں دیا کہ عام لوگ ہمارا نام سمجھ سکیں۔ بہر حال جلد ہی لوگ اسے سمجھنے لگ جائیں گے۔" ڈی-ون نے جواب میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"دیکھو ڈی-ون میرے پاس اتنا فالتو وقت نہیں ہے کہ میں تمہارے ساتھ فضول گفتگو کرتا رہوں۔ تم دو فقروں میں میرا اطمینان کرا سکو کہ تم صحیح آدمی ہو تو ٹھیک ہے ورنہ میں ابھی تمہیں فائرنگ سکواڈ کے حوالے کر دوں گا۔ اور فائرنگ سکواڈ کے لئے اتنا کافی ہوگا کہ میں نے تمہیں ان کے حوالے کیا۔ اس کے بعد جو ہوگا وہ تم اچھی طرح سمجھتے ہو۔" انچارج سلطان نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"میں نے جو کہنا تھا وہ میں کہہ چکا ہوں۔ اگر تمہارا اطمینان نہیں ہوا تو تم بے شک فائرنگ سکواڈ کو بلا لو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" ڈی-ون نے اس سے زیادہ سخت لہجے میں جواب دیا۔

نائٹ انچارج ڈی-ون کو یوں دیکھنے لگا جیسے وہ اس کی دماغی صحت کی طرف سے مشکوک ہو گیا ہو۔

"اگر میں مطمئن ہو جاؤں تو تمہارا اگلا قدم کیا ہوگا؟" انچارج نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اگلا قدم وہی ہوگا جس کے لئے میں یہاں آیا ہوں۔" ڈی-ون نے مطمئن لہجے میں جواب دیا۔

"یہی تو میں پوچھ رہا ہوں کہ تم کس لئے یہاں آئے ہو؟" انچارج نے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔

"اس بات کا انحصار اس بات پر ہے کہ تم مجھ سے دوستانہ سلوک کرو۔ اگر تم مجھے بے ہوش کر کے یہاں باندھ نہ دیتے اور مجھے جائز طریقے سے اپنے پاس آنے دیتے تو ظاہر ہے کہ میں آتے ہی تمہیں سب کچھ بتلا دیتا۔" ڈی-ون نے جواب دیا۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم اسی حالت میں سب کچھ بتلا دو۔" سلطان نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

"نہیں، یہ میرے اصول کے خلاف ہے۔" ڈی-ون نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے تمہاری مرضی میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔ اگر تم نے دو منٹ کے اندر سب کچھ نہ بتلایا تو پھر میں فائرنگ سکواڈ طلب کر لوں گا۔" سلطان نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔

"آپ کی مرضی، میں کہا کہہ سکتا ہوں۔ بہر حال اتنا کہوں گا کہ آپ جیسے جذباتی آدمی کو اس سیٹ پر نہیں ہونا چاہیئے آپ ادارے کو نقصان تو پہنچا سکتے ہیں، نفع نہیں پہنچا سکتے۔" ڈی-ون نے ہونٹ سکورتے ہوئے کہا۔

"ایک منٹ گزر چکا ہے۔" سلطان نے گھڑی دیکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"دو منٹ بھی گزر جائیں گے۔ کیا فرق پڑے گا۔ ویسے بہتر یہی ہے کہ آپ میرے سلسلے میں خود کوئی فیصلہ لینے کے بجائے سر جمشید کو مطلع کر دیں۔ وہ آپ کی نسبت زیادہ بہتر فیصلہ کر سکیں گے۔" ڈی-ون نے جواب دیا۔

"آخر تم ہو کیا چیز، تم نے مجھے سمجھا کیا ہے اور تم نہیں جانتے کیا میں بزور بازو بھی تم سے سب کچھ اگلا سکتا ہوں۔" سلطان نے کرسی سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ شاید اس کی قوت برداشت اب ختم ہو چکی تھی۔ وہ سخت جھلایا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔

ڈی-ون کے قریب آکر وہ رک گیا۔ ڈی-ون کے چہرے پر اسی طرح اطمینان کے تاثرات تھے۔ البتہ آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔ سلطان نے غصے میں اس کے منہ پر تھپڑ مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ اچانک ڈی-ون نے اچھل کر دونوں ہاتھوں سے اس کی گردن پکڑ لی۔

سلطان چند لمحوں تک اس کی اس خلاف توقع حرکت پر حیرت زدہ رہ گیا۔ وہ تو یہی سمجھتا تھا کہ ڈی-ون کے دونوں ہاتھ اس کی پشت پر بندھے ہوئے ہیں۔ ڈی-ون نے اس کی حیرت سے ہی فائدہ اٹھایا۔ اس سے پہلے کہ سلطان سنبھلتا، ڈی-ون نے اس کی گردن کو مخصوص انداز میں جھٹکا دیا اور سلطان کوئی آواز نکالے بغیر بے ہوش ہو کر اس کے ہاتھوں میں جھول گیا۔

اس کے بے ہوش ہوتے ہی ڈی-ون نے اسے فرش پر آرام سے لٹا دیا۔ اور پھر بڑی پھرتی سے اپنے جسم پر بندھی ہوئی رسیاں کھولنے لگا۔ رسیاں کھلتے ہی وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے پھرتی سے اپنے جسم پر پہنا ہوا لباس اتارا اور پھر سلطان کا لباس اتارنے لگا۔ اس کا لباس اتار کر اس نے خود پہن لیا اور اپنا لباس اسے پہنا دیا۔ لباس تبدیل کرنے کے بعد اس نے سلطان کو

اسی کرسی پر بٹھا دیا اور پھر اسے اسی طرح کرسی پر باندھ دیا۔
جس طرح اسے باندھا گیا تھا۔

اس کے بعد اس نے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈالا اور پھر جسم کے ساتھ بندھا ہوا ربڑ کا ایک چوڑا سا تھیلا کھول کر باہر نکال لیا۔
تھیلے کے ربڑ کا رنگ حیرت انگیز طور پر اس کے جسم کے ساتھ ملتا جلتا تھا۔

اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی گردن کے دونوں پہلوؤں پر چٹکی بھری اور دوسرے لمحے اس کے سر سے ربڑ کا ایک ماسک اترتا چلا آیا۔ اس نے ماسک کو ایک طرف رکھا اور پھر تھیلے سے نکلے ہوئے ماسک کو اپنے چہرے پر چڑھایا۔ پھر سلطان کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے اس نے دونوں ہاتھوں سے ماسک کے مختلف حصوں کو دبایا شروع کر دیا۔ اس کے ہاتھ اس پھرتی اور مہارت سے کام کر رہے تھے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ چند ہی لمحوں بعد اس کا چہرہ بالکل سمطان کے چہرے کی طرح بن گیا۔ اس نے تھیلے میں ہاتھ ڈالا اور پھر اس میں سے ایک وگ نکالی۔ اسے بھی اس نے پھرتی سے ادھر ادھر ہاتھ مار کر سیٹ کیا اور پھر اسے سر پر جما کر اس کے بال بھی بالکل سلطان کی طرح ہو گئے۔ اب سے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ سلطان کے بجائے ڈی-ون ہے۔ اس کے بعد ڈی-ون نے اپنا پہلا ماسک سلطان کے چہرے پر چڑھایا۔ اس ماسک کے اوپر وگ موجود تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے ماسک کو چند جگہوں سے سیٹ کیا اور خود ہٹ کر اسے دیکھنے لگا۔ اب سلطان ڈی-ون کا روپ دھار چکا تھا۔
ڈی-ون نے اپنی دائیں انگلی کے ناخن کو دوسری انگلی سے ہلکے سے بجایا۔

اس کے بعد اس نے ناخن کو ایک طرف سے دبا کر علیحدہ کیا۔ اندر ایک چپٹی سی چھوٹی سی سوئی موجود تھی۔ ڈی-ون نے چٹکی سے اس سوئی کو اٹھایا۔ سوئی کی نوک گہرے سبز رنگ کی تھی۔ اس نے سوئی کو سلطان کی گردن کی پشت پر ایک مخصوص جگہ میں گھونپ دیا۔ سوئی باہر نکال کر اس نے دوبارہ ناخن کے اندر رکھی اور ناخن کو دوبارہ اپنی جگہ جما دیا۔ تھیلا اس نے دوبارہ اپنے جسم کے ساتھ باندھ لیا اور پھر انچارج کی کرسی پر جاکر بیٹھ گیا۔ کرسی پر بیٹھتے ہی اس نے آنکھیں بند کر لیں اور ذہن میں دو نمبر کا تصور جمانے لگ گیا۔ ایک لمحے کے مختصر عرصے میں اس کا ذہن نمبر دو کے خیال پر مرتکز ہو گیا۔

"ڈی-ٹو! میں ڈی-ون تم سے بات کر رہا ہوں۔ میں نے پروگرام کے مطابق نائٹ شفٹ کے انچارج کی جگہ سنبھال لی ہے۔ میں آج تمام تحقیقات کر لوں گا کہ وہ فارمولا کہاں ہے اور ڈاکٹر کمال حسین کے حلقے اور اس کی عادات کی تمام تفصیلات نوٹ کر کے تمہیں بتلا دوں گا۔ تم نے ڈاکٹر کمال حسین کی جگہ سنبھالنی ہے۔" ڈی-ون نے ڈی-ٹو کو خیال ہی خیال میں پیغام بھیجا۔

اس کے ساتھ ہی اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ چند لمحوں تک وہ کرسی پر بے ہوش پڑے سلطان کو دیکھتا رہا پھر اس نے آنکھیں بند کیں اور نمبر تین کے تصور پر ذہن کو مرکوز کرنے لگا۔ جیسے ہی اس کا ذہن مرتکز ہوا اس نے پیغام دیا۔

"ڈی-تھری! میں ڈی-ون تم سے بات کر رہا ہوں۔ تم نے ڈاکٹر کمال حسین کی بیوی کو چیک کرنا ہے۔ اس کی عادات اور تفصیلات کو نوٹ کرو کل ہو سکتا ہے تمہیں اس کی جگہ سنبھالنی پڑے۔"

پیغام دینے کے بعد اس نے آنکھیں کھول دیں۔ پیغامات اس نے ٹیلی پیتھی سسٹم کے تحت دیئے تھے۔ ذہنی طور پر ان تینوں کا رابطہ قائم تھا۔ چنانچہ نمبر کو ذہن میں مرکوز کرتے ہی وہ ایک دوسرے تک اپنے خیالات پہنچا سکتے تھے۔

یہ ایک دوسرے سے بات کرنے کا محفوظ ترین اور آسان ذریعہ تھا۔ اس طرح وہ ٹرانسمیٹر اور فون کی حاجت سے بے نیاز تھے۔ سوائے کسی ٹیلی پیتھی کے ماہر کے کوئی اور شخص ان پیغامات کو چیک نہیں کر سکتا تھا۔

پیغامات سے فارغ ہونے کے بعد ڈی-ون نے ٹیلی فون کا ریسپور اٹھایا اور بٹن دبا کر پی-اے سے سلطان کے لہجے میں سر جمشید سے بات کرانے کا کہا اور ریسپور رکھ دیا۔

چند لمحوں بعد ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسپور اٹھا لیا۔ "بیلو، سلطان! کیا بات ہے؟" دوسری طرف سے سر جمشید کی آواز سنائی دی۔

"سر جمشید! ابھی ابھی ایک عجیب واقعہ ہوا ہے۔ ایک نوجوان سپیشل کارڈ اور کوڈ استعمال کر کے لیبارٹری کے اندر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ مگر مین گیٹ پر میں اس کی طرف سے مشکوک ہو گیا۔ چنانچہ میں نے اسے بے ہوش کر کے اپنے آفس میں اٹھوا لیا۔ اب وہ میرے سامنے کرسی پر بندھا ہوا موجود ہے۔ مگر وہ جب سے آیا ہے تب سے بے ہوش ہے۔ شاید تھوڑی دیر بعد ہوش میں آجائے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ یہاں تشریف لے آئیں تاکہ آپ کے سامنے ہی پوچھ گچھ ہو جائے۔" ڈی-ون نے سلطان کے لہجے میں سر جمشید سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ، کیا وہ اکیلا تھا یا اس کا کوئی اور ساتھی بھی ہے۔" سر جمشید نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
 "نہیں، وہ اکیلا آیا تھا۔" ڈی-ون نے جواب دیا۔
 "اچھا میرے آنے تک تم اس کی حفاظت کرنا۔ میں ابھی وہاں پہنچ رہا ہوں۔" سر جمشید نے تیز لہجے میں کہا اور رابطہ ختم ہو گیا۔
 ڈی-ون نے بھی مسکراتے ہوئے ریسپور رکھ دیا اور پھر خود بڑے اطمینان سے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

سر جمشید کو جب اس نوجوان کے اس طرح مشکوک داخلے کی اطلاع ملی تو وہ بے حد حیران ہوئے۔ کیوں کہ ان کے نظریے کے مطابق لیبارٹری میں داخلے کے قواعد اتنے سخت اور پیچیدہ تھے کہ کوئی غلط آدمی اندر داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر سلطان کے کہنے کے مطابق وہ نوجوان لیبارٹری کے مین گیٹ کے سامنے سے پکڑا گیا تھا۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ اندر آنے والا پورے انتظامات سے آیا تھا۔
 انہوں نے اسی وقت سر سلطان کے نمبر گھمائے۔ چند لمحوں میں رابطہ مل گیا۔

"سلطان سپیکنگ۔" دوسری طرف سے سر سلطان کی گھمبیر آواز سنائی دی۔

"میں انچارج وورس ڈاکٹر جمشید بول رہا ہوں۔" سر جمشید نے واروپین ریسرچ سنٹر کا مروجہ مخفف وورس کا نام لیتے ہوئے کہا۔

"ہیلو سر جمشید! کیا بات ہے، خیریت ہے۔" سر سلطان کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

"سر ابھی ابھی لیبارٹری کے نائٹ انچارج نے اطلاع دی ہے کہ انہوں نے ایک مشکوک نوجوان کو لیبارٹری کے مین گیٹ سے گرفتار کیا ہے۔ اس نے لیبارٹری میں داخلے کے لئے سپیشل پاس اور کوڈ ورڈز استعمال کئے تھے۔ نائٹ انچارج نے مجھے بلایا ہے۔ میں نے اس لئے آپ کو فون کیا ہے کہ شاید آپ اس معاملے میں دلچسپی لیں۔" سر جمشید نے انہیں تفصیلات بتلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں کیوں نہیں، مجھے پرائم منسٹر کی ہدایات مل گئی تھیں۔ آپ ایسا کریں کہ اس نوجوان سے پوچھ گچھ کرتے وقت اپنے نئے پی۔اے کو ساتھ رکھیں۔ وہ سیکرٹ سروس کا رکن ہے۔ وہ اچھی طرح چیک کرے مگر اس بات کا ذکر کسی اور کے سامنے نہ کریں۔" سر سلطان نے انہیں ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"کس بات کا ذکر، کیا نوجوان کی گرفتاری کا؟" سر جمشید نے چونک کر پوچھا۔

"نہیں، بلکہ پی۔اے کے سیکرٹ سروس سے متعلق ہونے کا۔" سر سلطان نے وضاحت کی۔

"بہتر جناب میں سمجھ گیا۔" سر جمشید نے جواب دیا۔
"اوکے بے فکر رہیں۔ سیکرٹ سروس ہر قسم کے حالات سے نبٹ

لے گی گڈ بائی۔" سر سلطان نے جواب دیا اور رابطہ ختم ہو گیا۔ سر جمشید نے ریسپور کریڈل پر رکھا اور پھر گھنٹی بجائی۔ چند لمحوں بعد ملازم اندر داخل ہوا۔
 "کریم! ڈرائیور سے کہو گاڑی نکالے اور میرے پی-اے کو میرے پاس بھیج دو۔" سر جمشید نے اسے ہدایت کرتے ہوئے کہا۔
 "بہتر جناب۔" ملازم نے جواب دیا اور پھر وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔

سر جمشید کی رہائش گاہ وورس کے ایریا میں ہی تھی اور وورس آفس میں کام کرنے والے تمام افراد بھی اسی علاقے میں رہتے تھے۔ سوائے کسی ضروری کام کے انہیں ایریے سے باہر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ پی-اے کا کوارٹر سر جمشید کی رہائش گاہ سے ملحق تھا۔

دس منٹ بعد کیپٹن شکیل اندر داخل ہوا اور مؤدبانہ لہجے میں کہنے لگا۔

"سر آپ نے مجھے یاد فرمایا ہے۔"

سر جمشید نے پہلی بار کیپٹن شکیل کو سر سے پاؤں تک غور سے دیکھا۔ کیوں کہ انہیں اب معلوم ہوا تھا کہ اس کا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے جس کی کارکردگی کی دھوم پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔

"ہاں بیٹھو۔" سر جمشید نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نرم لہجے میں کہا اور کیپٹن شکیل کرسی پر بیٹھ گیا۔

"سنو نوجوان! مجھے ابھی ابھی سر سلطان نے بتلایا ہے کہ تمہارا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے۔ ورنہ میں اب تک یہی سمجھتا رہا کہ تم محض ایک پی-اے ہو۔ بہر حال یہ بات مجھ سے باہر نہیں جائے گی۔ سر جمشید نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"شکریہ جناب! ہمارا کام ہی ایسا ہے کہ اس میں جتنی رازداری برتی جائے اتنا ہی بہتر ہوتا ہے۔" کیپٹن شکیل نے اسی طرح مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

سر جمشید نے اس مشکوک نوجوان کی گرفتاری کے متعلق اسے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا کہ وہ ان کے ساتھ رہے اور اس پوچھ گچھ میں باقاعدہ حصہ لے تاکہ صحیح صورت حال کا علم ہوسکے۔

"ٹھیک ہے سر میں تیار ہوں۔" کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"سر گاڑی تیار ہے۔" اتنے میں ڈرائیور نے اندر آکر اطلاع دی۔

"چلو۔" سر جمشید نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر سر جمشید اور کیپٹن شکیل دونوں گاڑی میں آکر بیٹھ گئے۔ سر جمشید نے ڈرائیور کو گاڑی لیبارٹری کی طرف لے جانے کی ہدایت کی اور کار خاصی تیز رفتاری سے لیبارٹری کی طرف دوڑنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں انچارج کے دفتر پہنچ گئے۔ سلطان نے کرسی سے اٹھ کر سر جمشید کا استقبال کیا۔ سر جمشید کرسی سے بندھے ہوئے نوجوان کو بغور دیکھتے ہوئے کرسی پر بیٹھ گئے اور کیپٹن شکیل کو بھی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"یہ نوجوان ہے جناب! ابھی تک یہ ہوش میں نہیں آیا۔ یہ ہے وہ کارڈ جو اس نے استعمال کیا ہے۔" سلطان نے میز پر رکھا ہوا کارڈ اٹھا کر سر جمشید کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ سر جمشید نے بڑے غور سے وہ کارڈ دیکھا اور بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"کارڈ تو اور یجنل ہے مگر کافی عرصے سے اس قسم کا کوئی سپیشل کارڈ ایشو نہیں کیا گیا۔ پھر یہ کارڈ اس کے پاس کیسے پہنچ گیا؟"

"یہ کس وقت سے ہے ہوش ہے سر؟" کیپٹن شکیل نے پہلی بار براہ راست گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے سلطان سے پوچھا۔

"یہ میرے نئے پی۔اے ہیں، سلطان صاحب اور میں نے انہیں

خاص طور پر اس لئے چنا ہے کہ یہ بے حد ذہین ہیں۔ میں انہیں اس لئے ساتھ لے کر آیا ہوں کہ شاید ان کی ذہانت کی وجہ سے اس نوجوان کے متعلق کچھ علم ہو جائے۔" سر جمشید نے کیپٹن شکیل کا سلطان سے تعارف کرواتے ہوئے کہا۔

"اسے بے ہوش ہوئے تقریباً ایک گھنٹہ ہو چکا ہے۔" سلطان نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"اسے کس گیس سے بے ہوش کیا گیا ہے؟" کیپٹن شکیل نے دوسرا سوال کیا۔

"یہاں پی-ون گیس استعمال کی جاتی ہے۔ یہ اس لیبارٹری ہی کی ایجاد ہے۔" سلطان کی بجائے سر جمشید نے جواب دیا۔

"ہوں۔ بہر حال ایک گھنٹہ بہت عرصہ ہے۔ اسے اب تک ہوش آجانا چاہیئے۔" کیپٹن شکیل نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"پورا ایک گھنٹہ تو نہیں دو منٹ کم ایک گھنٹہ کہہ لیجئے۔" سلطان نے گھڑی پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"اچھا آپ اتنے وثوق سے کہہ سکتے ہیں۔" کیپٹن شکیل نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ارے بھائی انہوں نے اس وقت گھڑی دیکھ لی ہوگی اور کیا۔ سلطان اسے کسی طرح ہوش میں لے آؤ تاکہ اس سے پوچھ گچھ ہو سکے۔"

سر جمشید نے کیپٹن شکیل کو جواب دیتے ہوئے سلطان سے کہا۔

ان کے رویے سے ظاہر ہوتا تھا جیسے وہ کیپٹن شکیل کے ان سوالات سے بور ہو گئے ہوں۔

"میں نے کوشش تو کی ہے مگر یہ ہوش میں نہیں آیا۔ بہر حال ایک بار پھر ٹرائی کرتا ہوں۔" سلطان نے جواب دیا۔ اور پھر چیڑا سی کو بلانے کے لئے گھنٹی بجائی۔ دوسرے لمحے چیڑا سی اندر آگیا۔ "پانی کا جگ لے آؤ۔" سلطان نے اسے حکم دیا اور چیڑا سی واپس مڑ گیا۔ اسی لمحے نوجوان کے جسم میں حرکت ہوئی اور اس نے آنکھیں کھول کر خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھنا شروع کر دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کا ذہن ماؤف ہو گیا ہو۔

"کون ہو تم؟" سر جمشید نے اس سے سوال کیا۔ جواب میں نوجوان کے لبوں پر ایک طنزیہ سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس نے کچھ کہنے کے لئے لب بلانے مگر اس سے پہلے کہ الفاظ اس کے منہ سے نکلتے، ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور پورا کمرہ دھوئیں سے بھر گیا۔ دھماکہ اتنا اچانک اور خوفناک ہوا تھا کہ نہ صرف سر جمشید بلکہ کیپٹن شکیل بھی کرسی سے نیچے فرش پر جا گرے۔ سلطان کے منہ سے تو بے اختیار چیخ نکل گئی۔

جب گردوغبار چھٹا تو ان کی حالت دیکھنے کے قابل تھی۔ ان کا تمام جسم گرد آلود تھا۔ چہت کے پلاسٹک تک اکھڑ گئے تھے اور وہ نوجوان، اس کا جسم اس طرح پورے کمرے میں پھیلا ہوا تھا جیسے کسی نے قیمہ کر کے اسے بکھیر دیا ہو۔ ایک ہڈی تک سلامت نہ تھی۔ کمرے کے فرش پر خون ہی خون پھیلا ہوا تھا۔

چند لمحوں بعد وہاں تقریباً آدھی لیبارٹری اکٹھی ہو گئی۔ سب سے زیادہ سر جمشید کا حال پتلا تھا۔ ان کے چہرے سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے

ان کا آدھے سے زیادہ خون کسی نے نچوڑ لیا ہو۔
 "یہ سب کیا ہوا؟" انہوں نے قدرے خوف زدہ لہجے میں سلطان
 سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"معلوم نہیں جناب! میں تو خود حیران ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے
 جیسے کوئی خوفناک بم پھٹا ہو۔" سلطان نے بھی خوفزدہ لہجے میں
 جواب دیا۔

"سر آپ ساتھ والے کمرے میں آجائے۔" ایک اور آفیسر نے ان سے
 مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔" سر جمشید نے کہا اور پھر وہ سلطان کو ساتھ
 لئے کمرے سے باہر نکل گئے البتہ کیپٹن شکیل وہیں رک گیا۔ اس
 کے چہرے پر حیرت کے گہرے تاثرات نمایاں تھے اور آنکھوں
 میں الجھن تھی۔ جیسے وہ اس سارے چکر کو سمجھ نہ سکا ہو۔ وہ
 کمرے میں پھیلے ہوئے نوجوان کے گوشت کے ذرات کو بغور
 دیکھتا رہا مگر اسے وہاں کوئی خاص مشکوک چیز نظر نہ آئی۔

"سر آپ بھی باہر چلیں۔ ہم نے سیکورٹی پولیس کو اطلاع کردی ہے
 وہ تحقیقات کے لئے آنے ہی والی ہے۔" ایک اور آفیسر نے کیپٹن
 شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔ کیپٹن شکیل خاموشی سے کمرے سے
 باہر نکل آیا۔ اس کا چہرہ واضح طور پر سوالیہ نشان کی حیثیت
 اختیار کر گیا تھا۔

جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو سر جمشید کمرے سے باہر نکل
 رہے تھے۔

"اؤ چلیں۔ نوجوان تو ختم ہو گیا۔ اب تحقیقات کے لئے باقی کیا رہ گیا۔
 بہر حال میں نے سیکورٹی کو مزید احتیاط کی ہدایات جاری کردی
 ہیں۔" سر جمشید نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا اور کیپٹن
 شکیل نے سر ہلا دیا۔ پھر وہ سر جمشید کے پیچھے مؤدبانہ انداز
 میں چلتا ہوا لیبارٹری سے باہر آگیا۔

"کچھ سمجھ میں آیا کہ آخر یہ کیا چکر تھا؟" سر جمشید نے کوٹھی پر پہنچنے کے بعد کیپٹن شکیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"جناب اس نوجوان کے جسم میں ہم موجود تھا جو پھٹ گیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ نوجوان اکیلا نہیں ہے بلکہ اس کی پشت پر کوئی خطرناک تنظیم موجود ہے اور یہ تنظیم جدید ترین آلات سے مسلح ہے۔" کیپٹن شکیل نے اپنی رائے دیتے ہوئے کہا۔

"پھر اب کیا کیا جائے۔" سر جمشید اس کی بات سن کر گھبرا گئے۔

"آپ گھبرائیں نہیں میں اپنے چیف کو تمام حالات بتلا دیتا ہوں وہ خود ہی اس تنظیم کو ختم کرنے کے انتظامات کر لیں گے۔" کیپٹن شکیل نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"تمہارا چیف کیا کرے گا۔ یہاں معاملہ ہے حد خطرناک ہے جو اپنے آدمی کو بغیر کسی ظاہری ذریعے کے ہماری لیبارٹری کے اندر ہم سے اڑا سکتے ہیں ان سے کیا چیز بعید نہیں ہے۔" سر جمشید نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"ایسا ہی ہوتا ہے سر! مجرم اسی طرح کشف و خون کرتے ہیں۔ اگر آپ گھبرا گئے تو معاملہ مزید خراب ہو جائے گا۔ میں آپ کے سامنے چیف سے بات کر لیتا ہوں۔" کیپٹن شکیل نے انہیں سہارا دینے کے لئے کہا۔

"ہاں میرے سامنے کرو تاکہ مجھے تسلی ہو جائے۔" سر جمشید نے تائید کرتے ہوئے کہا۔

کیپٹن شکیل نے رسٹ واچ ہاتھ سے اتاری اور پھر اس کا ونڈ بٹن کھینچ کر فریکوئنسی سیٹ کر کے ونڈ بٹن اس نے اور کھینچ لیا۔ اس کے ساتھ ہی بارہ کا ہندسہ

سرخ ہو گیا۔ چند لمحوں بعد ہندسہ سبز ہو گیا۔ اس کا مطلب تھا کہ رابطہ قائم ہو گیا ہے۔

"سر میں کیپٹن شکیل بول رہا ہوں اوور۔"

"ایکسٹو اوور۔" دوسری طرف سے ایکسٹو کی مخصوص آواز سنائی دی اور پھر کیپٹن شکیل نے تمام حالات بتا دیئے اور ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ اس وقت سر جمشید ساتھ بیٹھے ہیں۔

"سر جمشید سے بات کراؤ اوور۔" ایکسٹو نے سپاٹ لہجے میں اسے کہا۔

"سر چیف سے بات کر لیں۔" کیپٹن شکیل نے گھڑی سر جمشید کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یس جمشید سپیکنگ اوور۔" سر جمشید نے باوقار لہجے میں کہا۔

"سر جمشید میں اپنا ایک آدمی آپ کے پاس بھیج دوں گا۔ اس کا نام عمران ہے آپ گیٹ پر کہہ دیں۔ کوڈ ایکسٹو استعمال ہوگا۔ اسے آپ کوئی ایسا سپیشل پاس دے دیں کہ وہ ریسرچ سنٹر کے کسی بھی حصے میں آزادانہ طور پر آ جا سکے۔ وہ خود ہی تمام معاملات سنبھال لے گا اوور۔" ایکسٹو نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"بہتر سر آپ انہیں بھیج دیں۔ میں انہیں ذاتی پاس ایشو کردوں گا اوور۔" سر جمشید نے جواب دیا۔

"کیپٹن شکیل سے بات کرائیں اوور۔" ایکسٹو نے کہا اور سر جمشید نے رسٹ واچ کیپٹن شکیل کی طرف بڑھا دی۔

"یس سر اوور۔" کیپٹن شکیل نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"عمران صبح آ رہا ہے تم نے اسے اسسٹ کرنا ہے۔ اوور اینڈ آل۔" ایکسٹو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

کیپٹن شکیل نے بھی ونڈ بٹن دبا کر وقت درست کیا اور پھر گھڑی کلائی پر باندھنے میں مصروف ہو گیا۔
 "یہ عمران کیسا آدمی ہے؟ کیا بہت زیادہ ذہین ہے؟" سر جمشید نے کیپٹن شکیل سے پوچھا۔
 "بظاہر قطعی احمق مگر دراصل خطرناک حد تک ذہین۔" کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
 "کیا مطلب میں سمجھا نہیں۔" سر جمشید نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
 "آپ ہی کیا اسے آج تک کوئی نہیں سمجھ سکا۔" کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔
 "کمال ہے۔" سر جمشید حیرت سے بڑبڑائے اور پھر خاموش ہو گئے۔

صبح بونے میں ابھی کچھ دیر باقی تھی۔ ریسرچ سنٹر کے بیک ایریا میں ایک وسیع میدان تھا جسے خاردار تاروں کی باڑھ سے کور کیا گیا تھا۔ ان تاروں میں بجلی کا طاقت ور کرنٹ ہر وقت دوڑتا رہتا تھا۔ اس طرف پہرے دار کچھ کم رکھے گئے تھے کیونکہ اس سے ملحق ملٹری کا سٹور تھا جہاں کوئی غیر آدمی داخل نہیں ہوسکتا تھا۔

اس وقت ملٹری سٹور کے گیٹ سے ایک ٹرک داخل ہوا۔ اس نے گیٹ

پر اندراجات کرائے اور پھر ٹرک رینگتا ہوا اس طرف آنے لگا جہاں خاردار تاریں موجود تھیں۔ ٹرک اس طرف قطاروں کی صورت میں خاردار تاروں کے ساتھ کھڑے تھے۔ ٹرک ڈرائیور نے خاردار تاروں کے بالکل ساتھ ایک خالی جگہ پر ٹرک روکا۔ اس وقت ڈرائیور اکیلا تھا۔ ٹرک روک کر اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر کسی کو نہ پا کر اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور ذہن کو ڈی، ون پر مرکوز کرنے لگا۔ چند ہی لمحوں میں اس کا رابطہ ڈی، ون سے مل گیا۔

"میں ڈی، ٹو آپ سے بات کر رہا ہوں۔ پروگرام کے مطابق میں اس وقت ایک ٹرک سمیت ملٹری سٹور میں خاردار تاروں کے ساتھ موجود ہوں۔ ٹرک ڈرائیور کو میں نے اور ڈی، تھری نے ملٹری ایریا کے باہر ہی اغواء کر لیا تھا۔ پھر میں نے بیناٹزم کے ذریعے اس سے تمام معلومات حاصل کر لیں۔ وہ اس وقت ڈی، تھری کے قبضے میں ہے۔ اب مزید پروگرام بتائیں۔" ڈی، ٹو نے ٹیلی پیٹھک پیغام ارسال کیا۔

"ڈی، ٹو تمہارا پیغام مل گیا ہے۔ میں نے حالات کے مطابق پروگرام بدل دیا ہے۔ فارمولا میرے ہتھے چڑھ گیا ہے اس وقت وہ میرے قبضے میں ہے۔ ڈاکٹر کمال حسین اس وقت اپنی رہائش گاہ پر اکیلا موجود ہے۔ اسے آسانی سے اغواء کیا جاسکتا ہے۔" ڈی، ون کا پیغام آیا۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔ خواہ مخواہ درد سری پالنے کا کیا فائدہ۔ آپ ایسا کریں کہ کمال حسین کو ختم کر دیں اور فارمولا لے کر اس طرف آجائیں۔ میں یہاں موجود ہوں۔ اس ٹرک کے ذریعے ہم آسانی فرار ہوسکتے ہیں۔" ڈی، ٹو نے جواب دیا۔

"نہیں ڈی، ٹو کسی سائنسدان کو ضائع کرنا ہمارے مشن کے خلاف ہے۔ اچھا سائنسدان اپنے ملک کی بے حد قیمتی دولت ہوتا ہے۔ اور ہمارا مقصد کسی

ملک کو نقصان پہنچانا نہیں۔ اسے ضائع کرنے کی بجائے بہتر یہ ہے کہ اسے سی ڈبلیو کا ٹیکہ لگایا جائے پھر اس کا ذہن تخریبی ایجادات کی طرف کام کرنے کی بجائے تعمیر کی طرف مائل ہو جائے گا۔ البتہ فارمولا میں لے کر آ رہا ہوں تا کہ اسے ضائع کیا سکے۔" ڈی-ون نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے جیسے آپ مناسب سمجھیں مگر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ اس فارمولے کی اور کاپی نہیں ہوگی۔" ڈی-ٹو نے کہا۔
 "تمہیں آج کیا ہو گیا ہے۔ تم اچھی طرح واقف ہو کہ ایسے ٹاپ سیکرٹ فارمولوں کی دوسری کاپیاں نہیں بنائی جاتیں تاکہ کاپی کسی غلط آدمی کے ہاتھ نہ لگ جائے۔" ڈی-ون نے جواب دیا۔
 "سوری مجھے خیال نہیں رہا۔ بہر حال اب میرے لئے کیا حکم ہے؟" ڈی-ٹو نے پوچھا۔

"تم وہیں رکو۔ چند منٹ بعد میری ڈیوٹی آف ہونے والی ہے۔ میں یہاں سے نکل کر سیدھا کمال حسین کی طرف جاؤں گا۔ جس آدمی کے روپ میں، میں موجود ہوں، اس کی اور کمال حسین کی رہائش گاہیں ملحق ہیں۔ میں ڈیوٹی آف کر کے اسے سی ڈبلیو کا انجکشن لگاؤں گا اور پھر تمہاری طرف آ جاؤں گا۔ وہاں سے ہم باسانی نکل جائیں گے۔" ڈی-ون نے پروگرام بتلاتے ہوئے کہا۔
 "اس کا مطلب ہے تقریباً آدھا گھنٹہ مزید لگ جائے گا۔" ڈی-ٹو نے پوچھا۔

"ہاں اتنا تو لگ جائے گا۔" ڈی-ون نے جواب دیا۔
 "ٹھیک ہے میں انتظار کر رہا ہوں۔" ڈی-ٹو نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے آنکھیں کھول دیں۔

چند لمحے وہ ادھر ادھر دیکھتا رہا اور پھر ٹرک سے اتر کر وہ ٹرکوں کے پیچھے موجود ایک بیرک کی طرف چل پڑا۔ وہ آدھا گھنٹہ ٹرک میں بیٹھے رہنے کی بجائے بیرک میں اس ڈرائیور کے کمرے میں گزارنا چاہتا تھا کہ کوئی اس کی طرف سے مشکوک نہ ہوسکے۔

سر جمشید کو جیسے ہی عمران کے گیٹ پر پہنچنے کی اطلاع ملی انہوں نے اسے کوٹھی پہنچنے کا حکم دیا اور خود سپیشل کارڈ بنانے میں مصروف ہو گئے۔ کیپٹن شکیل بھی اپنے کوارٹر میں جانے کی بجائے سر جمشید کے پاس ہی بیٹھا وقت گزار رہا تھا۔ عمران کی آمد کا سن کر وہ بھی چوکنا ہو گیا۔

سر جمشید نے کارڈ تیار کر کے میز پر رکھا اور پھر عمران کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ کیپٹن شکیل کا یہ فقرہ ان کے ذہن میں کھٹک رہا تھا کہ انیوالا بظاہر احمق اور در پردہ انتہائی ذہین شخص ہے۔ اس فقرے نے ان کے ذہن میں ایک نامعلوم تجسس ابھار دیا تھا۔ چند لمحے ہی گزرے ہوں گے کہ دروازہ کھلا اور پھر عمران اندر داخل ہوا۔ گو اس نے بڑے سلیقے کا لباس پہنا ہوا تھا مگر چہرے پر ازلی حماقتوں کی تہہ بدستور موجود تھی۔

"السلام علیکم! مجھے علی عمران ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈی۔ ایس۔ سی (آکسن) کہتے ہیں۔"

عمران نے اندر داخل ہوتے ہی بڑے گونج دار لہجے میں اپنا تعارف کرواتے ہوئے کہا۔

"جمشید" سر جمشید نے اخلاقاً اٹھ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ان کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے کیونکہ عمران نے اپنا تعارف ایسے لہجے میں کرایا تھا جیسے کسی کے سر پر اینٹ مار رہا ہو۔

"اوبو! آپ ہی جمشید ہیں۔ بڑی مسرت ہوئی آپ سے مل کر۔ ذرا جام جمشید کی زیارت تو کرائیں۔ بڑی شہرت سنی ہے اس کی۔" عمران نے سر جمشید کا ہاتھ تھامتے ہوئے بڑے پرمسرت لہجے میں کہا۔ "جام جمشید کیا مطلب۔" سر جمشید کے چہرے پر حیرت گہرے تاثرات ابھر آئے۔ ادھر کیپٹن شکیل اپنی جگہ بیٹھا مسکرا رہا تھا کیونکہ وہ سر جمشید کی ذہنی حالت کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔

"ارے کمال ہے آپ جمشید ہر کر جام جمشید کے متعلق نہیں جانتے یا پھر تجاہل جاہلانہ اوہ سوری تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔ ارے وہ جام جمشید جس میں سے پوری دنیا نظر آتی ہے۔ عمران نے بڑے بے تکلفانہ انداز میں کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ سر جمشید کا چہرہ اب دیکھنے کے قابل ہو گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ چند لمحوں بعد یا تو عمران کا سر پہاڑ دیں گے یا خود دیوار سے سر ٹکرا کر خود کشی کر لیں گے۔

"دیکھئے، مسٹر عمران۔" سر جمشید نے غصہ ضبط کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"علی عمران کہیئے جناب۔ پورا نام لیجئے۔ میں آدھے نام سے پکارے جانے کا قائل نہیں ہوں۔" عمران نے انہیں درمیان ہی میں ٹوک دیا۔

"مسٹر علی عمران آپ ایک ذمہ دار آفیسر ہیں۔ آپ کو کم از کم کام کے وقت

سنجیدگی اختیار کرنی چاہیئے۔ جس پوزیشن میں ہم اس وقت پہنچے ہوئے ہیں وہ انتہائی قومی اہمیت کا حامل ہے۔" سر جمشید نے دانت بھیچتے ہوئے کہا۔ غصے اور جھنجھلاہٹ سے ان کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا مگر وہ اپنے وقار کا خیال رکھتے ہوئے اسے ضبط کیے بیٹھے تھے۔

"آپ کو غلط فہمی ہے جناب۔ میں نہ ہی آفیسر ہوں اور نہ ہی ذمہ دار۔ ذمہ داریوں کا جھنجھال ابھی میں نے نہیں پالا۔ باقی رہی آپ کی پوزیشن تو آپ اپنی کوٹھی میں بڑے ٹھاٹ سے بیٹھے ہیں۔ مجھے تو پہنچے ہوئے نہیں نظر آ رہے۔" عمران نے اس بار بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"میرا خیال ہے کہ مجھے ایکسٹو سے آپ کے متعلق بات کرنی پڑے گی۔" سر جمشید نے تلخ لیجے میں ٹیلیفون کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں کرلیں۔ میں کوئی ان سے ڈرتا ہوں۔" عمران نے لاپرواہی سے کہا اور سر جمشید اسے یوں دیکھنے لگے جیسے ان کا واسطہ کسی پاگل سے پڑ گیا ہو۔ شاید وہ سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ اب وہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد عمران نے سر جمشید سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میرا پاس کہاں ہے۔ اسے میرے حوالے کر دیجئے تاکہ میں کام شروع کر سکوں۔ آپ نے خواہ مخواہ میرا اتنا وقت ضائع کر دیا۔" عمران کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔ سر جمشید اسے یوں چونک کر دیکھنے لگے جیسے یہ کوئی نیا عمران ہو اور واقعی اس وقت عمران کے چہرے پر چٹانوں جیسی سختی تھی۔ حماقت کی تہہ نجانے کہاں غائب ہو گئی تھی۔

سر جمشید نے خاموشی سے اپنے سامنے پڑا ہوا کارڈ اٹھا کر اس کے سامنے رکھ دیا اور پھر قدرے احترام آمیز لہجے میں کہنے لگے۔ "اب آپ کا پروگرام کیا ہے؟"

"فی الحال میرا کوئی پروگرام نہیں۔ میں حالات کے مطابق قدم اٹھانے کا قائل ہوں۔" عمران نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ اور پھر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیپٹن شکیل میرے ساتھ آؤ۔" عمران نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا اور کیپٹن شکیل اٹھ کر خاموشی سے اس کے پیچھے چل دیا۔

وہ دوں تیز تیز قدم اٹھاتے کمرے سے باہر نکل گئے اور سر جمشید حیرت سے انہیں جاتا دیکھ رہے تھے جیسے عمران کوئی انسان نہ ہو دنیا کا اٹھواں عجوبہ ہو۔

کوٹھی سے باہر آنے کے بعد عمران نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"کیپٹن شکیل! اب مجھے مختصر طور پر حالات بتلاؤ۔ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ وہ ایکسٹو نے مجھے بتلا دی ہے۔ میں صرف تمہارے ذاتی خیالات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔" عمران نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ واقعہ اتنا خلاف توقع پیش آیا کہ میں اسے سمجھ نہیں سکا۔ بہر حال میرے ذہن میں صرف ایک خلش ہے وہ یہ کہ میں نائٹ انچارج سلطان کی شخصیت کی طرف سے مشکوک ہوں۔" کیپٹن شکیل نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"اچھا! وہ کیسے؟" عمران نے چونک کر پوچھا کیوں کہ بات ہی چونکنے والی تھی۔

"بات یہ ہے کہ جب میں وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ سلطان گو بظاہر بے حد مطمئن نظر آ رہا تھا مگر اس کی حرکات سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ قدرے اعصابی پریشانی کا شکار ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے مرنے والے کی بے ہوشی کا منٹوں تک صحیح وقت بتلا دیا جس پر میں چونکا تو سر جمشید نے بات برابر کر دی۔" کیپٹن شکیل نے اپنے خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ عمران کی کار

تیزی سے لیبارٹری کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔
 "یہ بتلاؤ کہ اعصابی کھنچاؤ کے تاثرات سلطان کے چہرے پر
 بھی نمایاں تھے یا نہیں؟" عمران نے اس سے سوال کیا۔
 "اں..... مجھے اب یاد آیا میرے لاشعور میں کوئی چیز کھٹک رہی
 تھی مگر شعور میں نہیں آرہی تھی۔ اب آپ کی بات پر مجھے سمجھ
 آگئی ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ سلطان کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔
 دوسری بات یہ تھی کہ سلطان کی آنکھوں اور اس کے چہرے کے
 تاثرات میں بڑا نمایاں فرق تھا۔ چہرے سے وہ یوں لگتا تھا جیسے
 بڑا سیدھا سادھا انسان ہو مگر اس کی آنکھوں سے اس کی شخصیت
 مختلف معلوم ہوتی تھی۔ آنکھوں سے وہ بے حد ذہین، چالاک، اور تیز
 طرار معلوم ہوتا تھا۔" کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔
 "ہوں، یہ ہوئی کام کی بات۔ میرا خیال ہے پہلے میں سلطان کو چیک
 کرلوں۔" عمران نے کہا اور پھر کار میں خاموشی طاری ہوگئی۔
 چند لمحوں بعد ان کی کار لیبارٹری کی عمارت کے گیٹ پر جاکر
 رک گئی۔ وہ دونوں کار سے نیچے اترے اور پھر عمران نے سر
 جمشید کا دیا ہوا کارڈ دربان کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا۔
 "ہمیں نائٹ انچارج سلطان کے پاس پہنچا دو، فوراً۔"
 دربان نے کارڈ کو بغور دیکھا اور پھر کارڈ عمران کے حوالے
 کرتے ہوئے انہیں پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔
 عمران اور کیپٹن شکیل اس کے پیچھے چلتے ہوئے عمارت کے
 اندر داخل ہوگئے۔ چند قدم آگے ایک اور دروازہ تھا جو بند تھا۔ دربان
 نے دروازے کے باہر سٹول پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کا ریسپور
 اٹھایا اور پھر کوڈ ورڈز میں کچھ کہنے لگا۔

چند لمحوں تک وہ جواب سنتا رہا۔ پھر اس نے ریسور کریڈل پر رکھا اور مڑ کر عمران سے کہنے لگا۔
 "جناب! سلطان صاحب ڈیوٹی سے آف ہو کر جاچکے ہیں۔"
 "کب گئے ہیں؟" عمران نے چونک کر پوچھا۔
 "تقریباً دن پندرہ منٹ ہوئے ہوں گے۔" دربان نے جواب دیا۔
 "تو کیا وہ اس گیٹ سے نہیں گزرے؟" کیپٹن شکیل نے پوچھا۔
 "نہیں جناب! وہ بیک گیٹ سے جاتے ہیں کیونکہ ان کی رہائش گاہ وہاں سے نزدیک پڑتی ہے۔" دربان نے جواب دیا۔
 "ان کی جگہ ڈیوٹی کس نے سنبھالی ہے؟" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔
 "باشم صاحب نے۔" دربان نے جواب دیا۔
 "کیا سلطان صاحب اپنی رہائش گاہ پر گئے ہوں گے؟" عمران نے دربان سے پوچھا۔
 "جی ہاں وہ یہاں سے سیدھا اپنی رہائش گاہ پر جاتے ہیں۔" دربان نے جواب دیا۔
 "ڈاکٹر کمال حسین اس وقت کہاں ہوں گے؟" عمران نے دوسرا سوال کیا۔
 "ڈاکٹر صاحب بھی اپنی رہائش گاہ پر ہوں گے۔ ان کی ڈیوٹی دو گھنٹے بعد شروع ہوگی۔" دربان نے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔
 "سلطان صاحب اور ڈاکٹر کمال حسین کی رہائش گاہوں میں کتنا فاصلہ ہے؟" عمران نے سوال کیا۔
 "دونوں کے بنگلے ملحقہ ہیں۔" دربان نے جواب دیا۔
 "ٹھیک ہے اب ہمیں بتلاؤ کہ ان کی رہائش گاہیں کہاں ہیں۔" عمران نے

کہا اور پھر دربان نے انہیں پوری تفصیل سے ان کی رہائش گاہوں کا پتہ بتلا دیا۔

"چلو کیپٹن شکیل پہلے سلطان سے مل لیں۔" عمران نے کہا اور پھر وہ تیزی سے کار میں بیٹھ گئے۔ کار واپس ہوئی اور چند لمحوں بعد خاصی تیز رفتاری سے وہ ان کی رہائش گاہوں کی طرف دوڑی چلی جارہی تھی۔

صبح صادق کے آثار اب نمودار ہونے لگے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ رہائش گاہوں کے قریب پہنچ گئے۔

سلطان کے بنگلے کا نمبر بارہ تھا۔ عمران نے کار بارہ نمبر بنگلے کے سامنے روکی اور پھر نیچے اتر کر گیٹ کے باہر موجود کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ چند لمحوں تک انتظار کر نے کے باوجود جب کوئی ردِ عمل نہ ہوا تو اس نے دوبارہ بٹن دبایا اور پھر اسے کافی دیر تک دبائے رکھا۔ مگر پھر بھی کوئی ردِ عمل نہ ہوا۔ "وہ ساری رات ڈیوٹی پر رہا ہوگا۔ کہیں آکر سو نہ گیا ہو۔" کیپٹن شکیل نے کہا۔

"پھر بھی اتنی نیند کیا۔" عمران نے تشویش بھرے لہجے میں کہا اور پھر اس نے چند لمحوں تک انتظار کیا اور جب کوئی جواب نہ آیا تو اس نے پہاڑ پر زور آزمائی کی مگر پہاڑ اندر سے بند تھا۔

دوسرے لمحے عمران بندر کی سی پھرتی سے پہاڑ پر چڑھ کر دوسری طرف کود گیا۔ اندر سے اس نے پہاڑ کھول دیا۔ اور پھر کیپٹن شکیل کو آنے کا اشارہ کرتے ہوئے تیزی سے بنگلے کے برآمدے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کا ایک ہاتھ جیب میں رکھے ہوئے ریوالور کے دسته پر مضبوطی سے جما ہوا تھا۔

برآمدے میں جاکر اس نے اندر کا دروازہ زور سے کھٹکھٹایا مگر جب کوئی جواب نہ آیا تو اس نے دروازے کو زور سے دبایا۔ دروازہ کھل گیا اور عمران اندر داخل ہو گیا مگر تمام بنگلہ خالی پڑا ہوا تھا۔ کیپٹن شکیل بھی کار پورچ میں چھوڑ کر اندر آ گیا تھا۔ "سلطان تو یہاں آیا ہی نہیں۔ یہاں کسی بھی آثار سے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ یہاں آیا ہو۔ مگر پھاٹک اندر سے بند تھا۔" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں ڈاکٹر کمال حسین کو بھی چیک کر لینا چاہیئے۔" کیپٹن شکیل نے تجویز پیش کی اور عمران تیزی سے باہر کی طرف لپکا۔

گیٹ کی طرف جانے کی بجائے وہ درمیانی دیوار پھلانگ کر کوٹھی نمبر تیرہ کے اندر کود گیا مگر اسی لمحے وہ ٹھٹھک کر رک گیا کیونکہ کوٹھی کا گیٹ کھلا ہوا تھا۔ کیپٹن شکیل بھی اندر آ گیا۔ "کیپٹن شکیل تم عمارت کے اندر ڈاکٹر کمال حسین کو چیک کرو۔" عمران نے تیز لہجے میں کہا اور خود دوڑ کر پھاٹک کی طرف گیا۔ پھاٹک سے باہر نکل کر اس نے ادھر ادھر دیکھا مگر دور نزدیک اسے کوئی شخص نظر نہیں آیا۔

ابھی وہ وہاں کھڑا سوچ ہی رہا تھا کہ کیپٹن شکیل تیزی سے بھاگتا ہوا عمارت سے باہر نکلا۔

"عمران صاحب! ڈاکٹر بستر پر بے ہوش پڑا ہے۔ اس کے قریب ہی ایک سرنج بھی فرش پر ٹوٹی پڑی ہے۔" کیپٹن شکیل نے تیز تیز لیجے میں بتلایا۔

"اؤ میرے ساتھ کوئی گڑبڑ ہوئی ہے۔ اور ہوئی بھی ابھی ابھی ہے۔"

یہ پھاٹک ابھی بند تھا۔ صرف ہمارے اندر جانے اور واپس آنے کے درمیان کوئی اسے کھول کر باہر نکلا ہے۔" عمران نے کہا اور پھر دوڑتا ہوا سلطان کے بنگلے میں گیا۔ اس نے بڑی تیزی سے کار باہر نکالی اور کیپٹن شکیل کو اس میں سوار کر کے اس نے کار تیزی سے آگے بڑھا دی۔

وہ اس رہائشی بلاک کے گرد ایک چکر لگانا چاہتا تھا۔ جیسے ہی اس کی کار ایک موڑ مڑی، ڈاکٹر کمال حسین کے بنگلے کی سائیڈ سے ایک سایہ سا باہر نکلا اور پھر پوری قوت سے بھاگتا ہوا سامنے لیبارٹری کی عمارت کی طرف بھاگنے لگا۔ اس کے بھاگنے کی رفتار خاصی تیز تھی اور وہ بھاگتے بھاگتے دائیں طرف بھی دیکھتا جاتا تھا۔ اصل لیبارٹری تو کافی دور تھی مگر اس کے ملحقہ دفاتر دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ جلد ہی سایہ ایک ملحقہ دفتر کے برآمدے میں پہنچ کر ایک ستون کی آڑ میں ہو گیا۔ اسی لمحے دائیں طرف رہائشی بلاک کی سائیڈ سے عمران کی کار برآمد ہوئی اور پھر تیزی سے لیبارٹری کی سمت بڑھنے لگی۔ کار اس دفتر کے سامنے سے ہو کر آگے بڑھتی چلی گئی۔ جیسے ہی کار آگے بڑھی وہ سایہ ستون کی آڑ سے نکلا اور پھر دفتر کی سائیڈ کی دیوار سے لگ کر اس کی پشت کی طرف بھاگنے لگا۔ وہاں سے بھاگ کر وہ اصل لیبارٹری کی پشت کی طرف آگیا۔ اسی لمحے اسے عمران کی کار لیبارٹری کی پشت کی طرف سے گھومتی ہوئی ادھر آتی دکھائی دی۔ وہ فوراً ہی ایک کوڑے کے ڈرم کے پیچھے دبک گیا۔ کوڑے کا ڈرم دیوار کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ جیسے ہی کار وہاں سے گزر کر بائیں طرف مڑ گئی وہ تیزی سے اٹھا اور پھر بے تحاشا بھاگتا ہوا اس میدان کو کراس کرنے لگا، جو دور دور تک پھیلا ہوا تھا اور جس کے آخر میں

خاردار تاروں کی قدآدم باڑھ موجود تھی۔ باڑھ کی دوسری طرف ملٹری کے ٹرک قطاروں میں کھڑے صاف نظر آ رہے تھے۔ سایہ کے قدموں میں بجلی کی سی تیزی تھی۔ ادھر عمران پاگلوں کی طرح کار دوڑاتا لیبارٹری کی عمارتوں کے گرد چکر لگا رہا تھا۔ "آپ کیا چیک کرنا چاہتے ہیں؟" آخر کیپٹن سے نہ رہا گیا تو اس نے پوچھ ہی لیا۔

"کوئی مشکوک آدمی۔" عمران نے تیز لہجے میں جواب دیا۔ "اب تک کوئی نظر نہیں آیا؟" کیپٹن شکیل نے پوچھا۔ "ہاں میں اب سوچ رہا ہوں کہ وہ شخص کسی قریبی کوٹھی میں چھپ گیا ہوگا۔" عمران نے ربائشی بلاکوں کی طرف کار موڑتے ہوئے کہا۔ مگر دوسرے لمحے اس نے ایک بار پھر کار کو لیبارٹری کی طرف ٹرن کر دیا۔

"پھر کہاں؟" کیپٹن شکیل نے چونک کر پوچھا۔ "میں ایک چکر اور لگانا چاہتا ہوں۔ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ ملزم میرے ہاتھ سے پھسلا جا رہا ہے۔" عمران نے انتہائی سپاٹ لہجے میں کہا اور پھر چکر کاٹ کر وہ جیسے ہی لیبارٹری کی پشت کی طرف آیا، دوسرے لمحے عمران کے ساتھ ساتھ کیپٹن شکیل بھی چونک پڑا کیونکہ انہوں نے کافی دور ایک سائے کو بے تحاشا خاردار تاروں کی طرف بھاگتے دیکھا۔ "وہ جا رہا ہے۔" کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ہاں میں نے دیکھ لیا ہے۔" عمران نے دانت بھینچتے ہوئے کہا اور پھر کار کا رخ ادھر کیا اور ایکسیلیٹر پر پیر کا پورا دباؤ ڈال دیا۔ کار اندھی اور طوفان کی طرح بھاگتی ہوئی لمحہ بہ لمحہ اس سائے کے قریب ہوتی چلی گئی۔

سائے نے بھاگتے بھاگتے مڑ کر کار کی طرف دیکھا اور پھر اس نے اپنے بھاگنے کی رفتار مزید تیز کر دی۔

اب وہ خاردار تاروں سے بیس گز دور تھا۔ ابھی عمران کی کار اس سے خاصی دور تھی کہ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس سائے نے خاردار تاروں سے چند گز کے فاصلے پر پوری قوت سے بھاگتے ہوئے جمپ لگایا اور پھر وہ کسی پرندے کی طرح اڑتا ہوا خاردار تاروں کو اوپر سے کراس کر کے دوسری طرف کھڑے ٹرک کی چھت پر جاگرا۔ پھر اچھل کر دوسری طرف کود گیا۔ اسی لمحے ٹرک نے ایک جھٹکا کھایا اور کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح لائن سے نکل کر آگے بڑھ گیا۔

"یہ سلطان تھا، میں نے اسے دیکھ لیا ہے۔" کیپٹن شکیل نے عمران کو بتلایا۔ اسی لمحے عمران کی کار بھی خاردار تاروں کے قریب پہنچ گئی۔ عمران نے کار وہیں روکی اور پھر بجلی کی سی تیزی سے باہر نکل کر اس نے جمپ لگایا اور کار کی چھت پر چڑھ گیا۔ دوسرے جمپ کے ساتھ وہ بھی اڑتا ہوا خاردار تاروں کی دوسری طرف جاگرا مگر ٹرک اتنی دیر میں خاصی دور جاچکا تھا۔ عمران نیچے گرتے ہی تیزی سے اٹھا اور پھر جیب سے ریوالور نکال کر بے تحاشا ٹرک کی طرف بھاگا۔

"ٹھہرو، ٹھہرو کون ہو؟" اچانک مختلف آوازیں اس کے کانوں سے ٹکرائیں۔ پھر دس پندرہ فوجی مختلف سمتوں سے اسے پکڑنے کے لئے اس کی طرف بھاگ پڑے۔ جاتا ہوا ٹرک اب مڑ کر سٹور کے گیٹ کے قریب پہنچ چکا تھا۔ ادھر وہ فوجی بھی چیختے ہوئے عمران کے قریب پہنچ گئے۔

"خبردار کوئی میرے سامنے نہ آئے۔" عمران نے ہاتھ میں پکڑا ہوا ریوالور لہراتے ہوئے چیخ کر فوجیوں سے کہا۔ مگر وہ فوجی تھے کوئی عام آدمی تو نہیں تھے کہ ریوالور سے خوفزدہ ہو کر رک جاتے۔ انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی اور چند لمحوں بعد وہ عمران کو گھیر چکے تھے۔ عمران نے انہیں ڈاج دینے کی کوشش کی مگر کب تک۔ فوجیوں کی تعداد لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔ نجانے وہ کہاں کہاں سے نکل کر آ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کی آنکھ مچولی کے بعد دس بارہ فوجی اکٹھے عمران پر پل پڑے۔ ادھر عمران نے بھی جدوجہد ترک کر دی کیونکہ ظاہر ہے ترک اتنی دیر میں گیٹ کراس کر چکا تھا۔

عمران تو کار کی چھت پر چڑھ کر خاردار تاروں کو کراس کر گیا تھا البتہ کیپٹن شکیل وہیں کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے جب ترک کو عمران کے ہاتھوں سے نکلتے اور عمران کو فوجیوں کے گھیرے میں آنا دیکھا تو اس نے بڑی پھرتی سے کار کا دروازہ کھولا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہی اس نے گاڑی چلا دی۔ کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح کار جھٹکا کھا کر آگے بڑھی اور پھر کیپٹن شکیل نے اس کا رخ بیرونی گیٹ کی طرف کر دیا۔ ترک کا نمبر اس کے ذہن میں تھا۔

وہ آندھی اور طوفان کی طرح گاڑی دوڑاتا ہوا بیرونی گیٹ کے قریب پہنچا۔ گیٹ سے وہ ابھی کافی دور تھا کہ اس نے زور زور سے بارن بجانا شروع کر دیا۔ اس کا مقصد تھا کہ اس کے وہاں جانے تک دربان دروازہ کھول دیں مگر پہرے دار بھلا اس طرح گیٹ کیسے کھولتے۔ انہوں نے سٹین گنیں سیدھی کر لیں۔ اب اگر کیپٹن شکیل وہاں رک کر ان سے گیٹ کھلواتا تو ظاہر ہے ٹرک وہ زندگی بھر نہیں پکڑ سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے رسک لینے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے دانت بھینچ کر ایکسیلیٹر پر دباؤ اور زیادہ بڑھا دیا۔ جب کار طوفان کی طرح دوڑتی ہوئی گیٹ کے قریب پہنچی تو اس نے اپنا سر نیچے جھکا لیا اور کار کو گیٹ سے ٹکرا دیا۔ سپورٹس کار پوری رفتار سے دوڑتی ہوئی گیٹ سے ٹکرائی اور ایک پھر ایک زوردار دھماکے سے وہ گیٹ کو توڑتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی۔ گیٹ کو اس کرتے ہی کیپٹن شکیل نے پھرتی سے کار کو موڑا اور پھر اس نے کار کو انتہائی رفتار پر دوڑایا۔ پہریداروں نے اس پر فائرنگ کی کوشش کی مگر افراتفری میں گولیاں صرف کار کی باڈی سے ٹکرا کر رہ گئیں۔ جلد ہی کار گولیوں کی رینج سے باہر نکل گئی۔ کیپٹن شکیل کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اس کے اس طرح کار لے آنے پر وہاں طوفان آگیا ہوگا اور جلد ہی سیکورٹی کے موٹر سائیکل اس کے تعاقب میں دوڑ پڑیں گے مگر اس کے ذہن پر ایک ہی دھن سوار تھی کہ کسی طرح اس ٹرک کو کیچ کیا جائے۔ چنانچہ وہ کار دوڑاتا چلا گیا۔ اسے معلوم تھا کہ سرکلر روڈ سے چکر کاٹ کر وہ ملٹری سٹور والی سڑک پر پہنچ جائے گا۔ جیسے ہی اس کی کار سرکلر روڈ پر پہنچی تو اس نے دور ایک ملٹری ٹرک کو جاتے دیکھا۔ اب اتنی دور سے تو وہ اس کا نمبر چیک نہیں کر سکتا تھا

اور اگر وہاں جانے کے بعد وہ کوئی اور ٹرک نکلا تو پھر اسے واپس آنا پڑے گا اور تمام محنت ضائع ہو جائے گی مگر اس سپاٹ سڑک پر دور دور تک وہی ایک ہی ٹرک نظر آ رہا تھا۔ اس لئے کیپٹن شکیل نے اس کا پیچھا کرنے کی ہی ٹھانی۔ ایک لمحے کے توقف کے بعد اس نے کار اس ٹرک کے پیچھے ڈال دی اور پھر لمحہ بہ لمحہ وہ ٹرک کے نزدیک ہوتا چلا گیا۔ ابھی وہ ٹرک سے کافی دور تھا کہ ٹرک ایک سائیڈ روڈ پر مڑ گیا۔ جب کیپٹن شکیل کی کار اس روڈ پر مڑی تو اسے پوری قوت سے بریک لگانے پڑے اور اتنی تیز رفتاری میں فل بریک لگانے سے کار کسی لٹو کی طرح سڑک پر گھوم گئی۔ ٹرک مین روڈ سے بیس گز آگے سڑک کے کنارے کھڑا ہوا تھا۔ جیسے ہی اس کی کار رکی وہ دروازہ کھول کر باہر نکلا اور تیزی سے ٹرک کی طرف بڑھا مگر اسے وہاں جاکر مایوسی کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ ٹرک خالی تھا۔ اس نے ٹرک کے انجن پر ہاتھ رکھ کر دیکھا تو انجن ابھی تک گرم تھا۔ ٹرک کا نمبر بھی وہی تھا جو اس کے ذہن میں موجود تھا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ اسی لمحے دو موٹر سائیکل سوار سیکورٹی سارجنٹ بھی وہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے ریوالور نکال کر کیپٹن شکیل کو کور کر لیا۔ کیپٹن شکیل نے جیب سے اپنا پی-اے والا کارڈ نکال کر ان کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"میں ایک مجرم کا پیچھا کرتا ہوا یہاں آیا ہوں۔ مجرم خاردار تاریں کراس کر کے ملٹری سٹور کے اس ٹرک کے ذریعے بھاگے ہیں مگر یہاں ٹرک خالی ہے۔" کیپٹن شکیل کے لہجے میں سختی تھی۔ سیکورٹی سارجنٹوں نے کارڈ کو بغور دیکھا اور پھر انہوں نے ریوالور جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

"ہمیں حکم کیجئے۔ مجرم کا حلیہ بتلائیے۔"
 "حلیہ یہی ہے کہ وہ نائٹ انچارج سلطان تھا۔ وہ ڈاکٹر کمال حسین کو بے ہوش کر کے فرار ہوا ہے۔" کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔
 سلطان کا نام سن کر وہ دونوں بری طرح چونک پڑے۔
 اتنے میں کیپٹن شکیل نے ایک آدمی کو ملٹری ایریا کی خاردار تاروں کے پیچھے کرسی پر بیٹھے دیکھا۔ وہ تیزی سے لپک کر اس کی طرف گیا۔

"جناب! آپ نے اس ٹرک سے اتر کر کسی کو جاتے دیکھا ہے؟"
 کیپٹن شکیل نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں اس سے پوچھا۔
 وہ آدمی بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔ اس نے چونک کر دیکھا اور پھر کرسی سے اٹھتے ہوئے کیپٹن شکیل کو جواب دیا۔
 جی ہاں جناب! اس ٹرک سے دو آدمی اترے تھے۔ ایک سیویلین اور دوسرا فوجی۔ وہ تیز تیز دوڑتے ہوئے بائیں طرف کی بائی روڈ پر چلے گئے تھے۔ ان کے تیز دوڑنے کی وجہ سے میں نے انہیں چونک کر دیکھا تھا۔"

کیپٹن شکیل نے ایک سارجنٹ کو بازو سے پکڑ کر موٹر سائیکل سے نیچے اتارا اور خود اچھل کر موٹر سائیکل پر بیٹھتے ہوئے اسے حکم دیا۔

"اس کار کا خیال رکھنا اور تم میرے پیچھے آؤ۔" اس کے ساتھ ہی اس نے موٹر سائیکل اس بائی روڈ کی طرف بڑھا دیا۔ دوسرا سارجنٹ بھی اس کے پیچھے تھا۔ بائی روڈ پر تھوڑی ہی دور آگے جانے کے بعد ایک موڑ پر انہوں نے دو ملٹری پولیس کے آدمیوں کو زمین پر زخمی پڑے دیکھا۔ کیپٹن شکیل نے ان کے قریب جا کر بریک ماری۔ ان دونوں کے سینے پر گولیاں ماری گئی تھیں۔ ان میں سے ایک کے سینے سے ابھی تک خون بہہ رہا

تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ ابھی زندہ ہے۔ کیپٹن شکیل نے پھرتی سے موٹر سائیکل کو سٹینڈ کیا اور پھر اس سپاہی کے قریب جا کر جھک گیا جس کے سینے سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ نہ صرف زندہ تھا بلکہ قدرے ہوش میں بھی معلوم ہوتا تھا۔

"تمہیں کس نے گولی ماری ہے؟" کیپٹن شکیل نے اس سے پوچھا۔ زخمی سپاہی چند لمحوں تک اپنی رہی سہی قوت مجتمع کرتا رہا پھر اس کے لب ہلے اور کیپٹن شکیل نے اپنا کان اس کے منہ سے لگا دیا۔ زخمی سپاہی اٹک اٹک کر کہہ رہا تھا کہ وہ دو آدمی تھے۔ ان میں سے ایک فوجی اور دوسرا سیویلین تھا۔ ہم نے انہیں بھاگنے دیکھ کر روکا تو انہوں نے سائیلنسر لگے ریوالور سے ہمیں شوٹ کر دیا۔

"تم نے دیکھا کہ یہاں سے وہ کہاں گئے ہیں؟" کیپٹن شکیل نے اس کے کان کے قریب منہ لے جا کر کہا۔ "ہاں گرتے وقت میں نے اتنا دیکھا کہ وہ دونوں بائیں طرف والی سڑک پر مڑ گئے تھے۔ شاید وہ وہاں موجود تین منزلہ ٹھیکیدار بلڈنگ میں گئے ہوں کیونکہ اس طرف وہی ایک عمارت ہے جہاں کوئی چھپ سکتا ہے۔" سپاہی نے اٹکتے اٹکتے تفصیل بتلائی۔ یہ سنتے ہی کیپٹن شکیل اٹھ کھڑا ہوا اور قریب کھڑے سارجنٹ ےس مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

"سارجنٹ! تم اس سپاہی کو ہسپتال پہنچانے کا بندوبست کرو۔ میں انہیں چیک کرتا ہوں۔" اس کے بعد وہ اچھل کر موٹر سائیکل پر بیٹھا اور پھر اس کی موٹر سائیکل رائفل سے نکلی ہوئی گولی کی طرح تقریباً اڑتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ اس نے پوری رفتار میں موٹر سائیکل کو دائیں طرف موڑ دیا۔ دور اسے تین منزلہ عمارت نظر آگئی۔ اس نے ایکسیلیٹر اور گھمایا۔ اس کی موٹر سائیکل لمحہ بہ لمحہ تین منزلہ عمارت

کے قریب ہونے لگی۔

ابھی عمارت سو ڈیڑھ گز دور تھی کہ اچانک سائیں کی ہلکی سی آواز ہوئی اور دوسرے لمحے ایک خوفناک دھماکے کے ساتھ موٹر سائیکل کا اگلا ٹائر برسٹ ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی انتہائی رفتار میں دوڑتی ہوئی موٹر سائیکل نہ صرف خود الٹ گئی بلکہ کیپٹن شکیل کو بھی اس نے اچھال دیا اور کیپٹن شکیل قلابازیاں کھاتا سڑک کی دوسری طرف موجود گہرے کھڈ میں جاگرا۔

جیسے ہی ڈی-ون چھلانگ لگا کر ملٹری ٹرک کی چھت پر گرا، وہ پھسل کر دوسری طرف زمین پر اتر گیا اور ملٹری ٹرک کی ڈرائیونگ سیٹ پر موجود ڈی-ٹو نے ٹرک آگے بڑھا دیا۔ اسی لمحے ڈی-ون ٹرک کی کھلی ہوئی کھڑکی سے اندر آگیا اور اس نے ڈی-ٹو سے بانپتے ہوئے کہا۔

"جلدی کرو ڈی-ٹو، نکل چلو۔ ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔"

"آپ ٹرک کی پچھلی طرف چھپ جائیں۔" ڈی-ٹو نے ٹرک کی سپیڈ بڑھاتے ہوئے کہا اور ڈی-ون اچھل کر ٹرک کی پچھلی طرف دبک گیا۔ ٹرک کی سائیڈوں میں لگے ہوئے کینوس کی جھری سے وہ

پچھلا منظر صاف دیکھ رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے پیچھے آتی
ہوئی کار خاردار تاروں کے قریب آکر رکی اور پھر ایک

61

نوجوان بجلی کی سی تیزی سے باہر نکلا۔ پلک جھپکنے میں وہ کار
کی چھت پر چڑھا اور پھر جمپ لے کر کسی پرندے کی طرح اڑتا
ہوا خاردار تاروں کے اوپر سے ہوتا ہوا سٹور کے کمپاؤنڈ میں آگرا۔
نیچے گرتے ہی وہ سرکس کے کسی ماہر کی طرح اچھلا اور پھر
پوری تیزی سے ٹرک کے پیچھے دوڑنے لگا۔ اس نے جیب سے
ریوالور بھی نکال لیا تھا وہ شاید ٹرک کے پہیوں کو نشانہ بنانا چاہتا
تھا مگر ڈی-ون جانتا تھا کہ اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہوسکے
گی کیونکہ یہ ملٹری ٹرک تھا۔ اس لئے اس کے ٹائروں پر حفاظتی
بلٹ پروف شیڈ لگے ہوئے تھے مگر جس رفتار سے وہ نوجوان ٹرک
کے پیچھے دوڑا چلا آ رہا تھا، اس سے اسے خطرہ لاحق ہو گیا کہ
اگر اسے نہ روکا گیا تو وہ جلد ہی ٹرک کو کیچ کر لے گا اور ملٹری
سٹور کا گیٹ ابھی کافی دور تھا۔ چند لمحوں بعد اس کے ہونٹوں پر
مسکراہٹ رینگنے لگی کیونکہ اس کے گرنے کا دھماکہ سن کر
بیرکوں سے کئی فوجی نکل آئے تھے اور سب شور مچاتے ہوئے
اسے پکڑنے کے لئے دوڑ پڑے تھے۔

اب ڈی-ون مطمئن ہو گیا کہ نوجوان ان سپاہیوں سے بچ کر ان تک
نہیں پہنچ سکے گا اور وہ بآسانی گیٹ کراس کر جائیں گے۔
"بوشیار۔ گیٹ آ رہا ہے۔" ڈی-ٹو کی سرگوشی سنائی دی اور ڈی-ون
ٹرک کے فرش کے ساتھ بالکل چپک گیا۔

ٹرک گیٹ پر رک گیا۔ ایک پہرے دار آگے بڑھا اور ڈی-ٹو نے ایک
کاغذ اس کی طرف بڑھا دیا۔ دوسرے دربان نے اچک کر ٹرک کی
پشت کی طرف سے ایک سرسری نظر اندر ڈالی اور پھر ٹرک کے
سامنے کی طرف چل دیا۔
"اوکے۔"

دوسرے دربان نے پہلے والے سے کہا اور پہلے والے نے ہاتھ میں پکڑے کاغذ کا ایک ٹکڑا پھاڑ کر اپنے پاس رکھ لیا اور دوسرا ڈی-ٹو کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے اسے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا اور اس کے ساتھ ہی گیٹ کھول دیا۔ ڈی-ٹو بڑے اطمینان سے ٹرک آگے بڑھتا ہوا گیٹ کراس کر گیا۔

گیٹ کراس کرنے کے بعد اس نے سپیڈ بڑھا دی اور پھر آہستہ آہستہ وہ سپیڈ بڑھاتا چلا گیا۔

"آجائے، خطرہ ٹل گیا ہے۔" ڈی-ٹو نے پیچھے مڑ کر اطمینان بھرے لہجے میں کہا اور ڈی-ٹو اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"خدا کا شکر ہے کہ آج ہم اپنے مشن میں کامیاب ہو گئے ہیں۔" ڈی-ون نے اطمینان کا طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"فارمولا لے آئے؟" ڈی-ٹو نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
 "ہاں فارمولا میری جیب میں ہے۔" ڈی-ون نے جیب کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"یہ کار کیسے پیچھے لگ گئی؟..... یہ کون تھے؟ ڈی-ٹو نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"بس بال بال بچا ہوں۔ میں جب ڈاکٹر کمال حسین کو سی ڈبلیو کا انجکشن لگا رہا تھا کہ یہ کار سلطان کی کوٹھی کے پھاٹک پر آکر رکی۔ یہ جب اندر گئے تو میں باہر نکل آیا اور پھر بڑی مشکل سے انہیں دھوکا دیتا ہوا لیبارٹری کی پشت پر آیا۔ یہاں میں دوڑ کر تمہاری طرف آ رہا تھا کہ کار والوں نے کھلے میدان کی وجہ سے مجھے چیک کر لیا۔" ڈی-ون نے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"مگر اس میں تھے کون، کیا لیبارٹری کی سیکورٹی فورس تھی؟" ڈی-ٹو نے سوال کیا۔

"ارے نہیں، لیبارٹری کی سیکورٹی فورس صرف گیٹس یا لیبارٹری کے اندر ہی تعینات رہتی ہے۔ ان میں سے ایک کو میں نے آواز سے پہچان لیا ہے۔ وہ سر جمشید کا پی-اے تھا مگر میں اس کی شخصیت کی طرف سے مشکوک ہوں۔ اس نے جس انداز میں مجھ سے سوال کئے ہیں اس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ پی-اے کی بجائے کوئی اور تھا۔ شاید کوئی ملٹری سیکرٹ ایجنٹ ہو۔" ڈی-ون نے جواب دیا۔

ان کا ٹرک مڑ کر اس سرکلر روڈ پر آگیا جدھر سے ایک سڑک ریسرچ سنٹر کے مین گیٹ کی طرف جاتی تھی۔ ڈی-ون نے ایک نظر اس سڑک پر ڈالی اور دوسرے لمحے وہ دور سے آتی ہوئی ایک کار کو دیکھ کر چونک پڑا۔

"اگر میرا خیال درست ہے تو وہی کار اس سڑک پر آرہی ہے۔" ڈی-ون نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"اتنی جلدی وہ کیسے آسکتے ہیں؟ گیٹ پر خانہ پری وغیرہ کے لئے خاصا وقت چاہیئے۔" ڈی-ٹو نے مطمئن لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے سپیڈ بڑھا دی۔

ڈی-ون کی نظریں اب پیچھے سڑک پر لگی ہوئی تھیں اور پھر اسے وہ کار سرکلر روڈ پر چڑھتی نظر آئی۔ کار ایک لمحے کے لئے چوک پر رکی اور پھر تیزی سے ادھر مڑ گئی جدھر ان کا ٹرک جارہا تھا۔ کار انتہائی تیز رفتاری سے اڑی چلی آرہی تھی کیونکہ اس کا بیولہ تیزی سے واضح ہوتا چلا جارہا تھا۔ جب کارپوری طرح واضح ہوگئی

تو وہ بری طرح اچھل پڑا۔
 "ڈی-ٹو یہ واقعی وہی کار ہے۔ بہت تیز لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ ہمیں فوراً کوئی بندوبست کرنا چاہیئے وگرنہ کار ہمیں جلد ہی پکڑ لے گی۔" ڈی-ون نے ڈی-ٹو سے مخاطب ہو کر کہا۔
 "اگے موڑ آ رہا ہے، وہاں ہم ٹرک سے اتر جائیں گے۔ ہماری منزل گو یہاں سے قریب ہے مگر وہاں تک پہنچنے سے پہلے کار ہمیں پکڑ لے گی۔" ڈی-ٹو نے جواب دیا۔
 موڑ آتے ہی اس نے ٹرک تیزی سے موڑ کر دس بیس گز دور جاکر روک دیا اور پھر وہ دونوں تیزی سے نیچے اتر آئے۔
 "اس طرف۔ بائیں طرف۔" ڈی-ٹو نے کہا اور پھر وہ دونوں تیزی سے بائیں طرف والی سڑک پر بھاگنے لگے۔
 ابھی صبح نہ ہوئی تھی اس لئے ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی۔ وہ دونوں تیزی سے بھاگنے ہوئے جب اگلے چوک پر گئے تو اچانک موڑ سے دو ملٹری پولیس کے سپاہی سامنے آگئے۔
 "ہالٹ!" ان میں سے ایک نے چیخ کر ڈی-ٹو کو حکم دیا۔
 یہ ان دونوں کے رکنے کا موقع نہیں تھا۔ انہیں خطرہ تھا کہ کسی بھی لمحے کار والے ان کے سر پر پہنچ سکتے ہیں۔
 چنانچہ پلک جھپکنے میں ڈی-ٹو نے جیب سے ریوالور نکالا اور اس سے پہلے کہ دونوں اپنے بچاؤ کی کوئی تدبیر کرتے ڈی-ٹو نے ٹریگر دبا دیا۔ اس کے ریوالور سے نکلی ہوئی گولیاں ان دونوں کے سینے میں پیوست ہو گئیں

اور وہ الٹ کر نیچے گرے اور تڑپنے لگے۔
 "بھاگو....." ڈی-ون نے کہا اور پھر وہ تیزی سے بھاگتے ہوئے
 موڑ مڑے۔ ان کا رخ اس روڈ پر موجود تین منزلہ عمارت کی طرف
 تھا۔

جلد ہی وہ اس تین منزلہ عمارت کے دروازے پر پہنچ گئے۔ وہ
 دونوں بری طرح بانپ رہے تھے۔ انہوں نے ادھر ادھر دیکھا اور
 سڑک پر کسی کو نہ پا کر تیزی سے دروازہ کھول کر اندر داخل
 ہو گئے۔ یہ تین منزلہ عمارت کمرشل بلڈنگ تھی جس میں مختلف
 فرموں کے دفاتر تھے۔ ان میں سے زیادہ تر دفاتر ملٹری ٹھیکیداروں
 کے تھے۔ اس لئے عرف عام میں اس کو ٹھیکیدار بلڈنگ کہا جاتا تھا۔
 وہ دونوں سیڑھیاں چڑھتے ہوئے تیسری منزل پر آئے اور پھر ڈی-
 ٹو نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور دونوں اندر داخل ہو گئے۔
 "تم ذرا باہر چیک کرو، میں اپنا میک اپ تبدیل کر لوں۔ پھر میں خیال
 کروں گا اور تم میک اپ کر لینا۔" ڈی-ون نے ڈی-ٹو سے مخاطب
 ہو کر کہا اور خود باتھ روم میں گھس گیا۔

"ڈی-ٹو نے کھڑکی کھول کر اس کے سامنے پڑے ہوئے پردے کو
 ذرا سا ہٹایا اور باہر دیکھنے لگا۔ ابھی اسے وہاں کھڑے زیادہ سے
 زیادہ دس منٹ ہوئے ہوں گے کہ اچانک اس نے موڑ پر سے ایک
 موٹر سائیکل سوار کو تیزی سے مڑتے دیکھا۔ موٹر سائیکل سیکورٹی
 فورس کا تھامگر اس پر موجود سوار سویلین کپڑوں میں تھا۔ موٹر
 سائیکل سوار کی نظریں اس عمارت پر جمی ہوئی تھیں اور پوری
 رفتار سے بلڈنگ کی طرف دوڑا چلا آ رہا تھا۔

ڈی-ٹو نے ایک لمحے کے لئے اسے دیکھا اور دوسرے لمحے وہ
 کھڑکی

سے بٹا اور کمرے کے کونے میں موجود سائیلنسر لگی رائفل اٹھا لی اور کھڑکی کے قریب آگیا۔ اس نے رائفل کی نال کھڑکی سے باہر نکالی۔ اب موٹر سائیکل سوار بلڈنگ سے سو ڈیڑھ سو گز دور تھا۔ ڈی-ٹو نے نشانہ باندھا اور ٹریگر دبا دیا۔ گو اس نے نشانہ موٹر سائیکل سوار کا لیا تھا مگر اسی لمحے موٹر سائیکل نے سڑک پر جمپ کھایا اور دوسرے لمحے گولی نے ایک دھماکے کے ساتھ ٹائر کو پھاڑ دیا۔ پوری رفتار سے دوڑتی ہوئی موٹر سائیکل الٹ گئی اور اس پر موجود سوار قلابازیاں کھاتا ہوا سڑک کے دوسرے کنارے کھڈ میں جاگرا۔

جس لمحے ڈی-ٹو نے ٹریگر دبایا تھا اسی لمحے ڈی-ون کمرے سے باہر آیا۔ اس کا نہ صرف حلیہ ہی بدلا ہوا تھا بلکہ وہ لباس بھی بدل چکا تھا۔ ٹائر پھٹنے کا دھماکہ ڈی-ون نے بھی سنا تھا۔ "یہ کیا کر دیا؟" ڈی-ون بھاگتا ہوا کھڑکی کے پاس آیا اور پھر اس نے سوار کو قلابازیاں کھاتے ہوئے کھڈ میں گرتے دیکھا۔ "یہ وہی پی-ایے تھا، مگر اس کی کیا ضرورت تھی۔" ڈی-ون نے تلخ لہجے میں کہا۔

"بس میرا ذہن ریڈ ہو گیا تھا۔" ڈی-ٹو نے پھیکی پھیکی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

"مجھے تمہارے ذہن کو مستقل گرین کرنا پڑے گا۔ خواہ مخواہ کی قتل و غارت گری ہمارے مشن کے خلاف ہے۔" ڈی-ون نے اس کے ہاتھ سے رائفل چھینتے ہوئے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔ "سوری فار دس۔" ڈی-ٹو نے ندامت آمیز لہجے میں کہا۔

"جاؤ جلدی میک اپ تبدیل کرو۔ ہمیں جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہیئے۔" ڈی-ون نے جیب سے رومال نکال کر رائفل کو صاف کرتے ہوئے کہا۔

ڈی-ٹو خاموشی سے ہاتھ روم میں گھس گیا۔ ڈی-ون نے رائفل صاف کر کے دوبارہ کونے میں رکھ دی اور کھڑکی سے باہر جھانکنے لگا۔ موٹر سائیکل ابھی تک سڑک پر پڑا ہوا تھا اور اس کا سوار کھڑے سے باہر نہیں نکلا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ موٹر سائیکل والا یا تو شدید زخمی ہے یا پھر بے ہوش ہو چکا ہے۔ اس کی موت کے امکانات بھی رد نہیں کئے جا سکتے تھے۔

ڈی-ٹو نے شاید بے حد پھرتی سے کام لیا تھا کیونکہ زیادہ سے زیادہ چھ سات منٹ وہ ہاتھ روم میں رہا ہوگا پھر وہ نکل آیا۔ وہ بھی مکمل طور پر نئے روپ میں تھا۔ ان دونوں کو نزدیک سے دیکھ کر بھی کوئی نہیں پہچان سکتا تھا کہ وہ پہلے افراد ہیں۔

"جہاں جہاں ہاتھ لگے ہیں وہ سب صاف کردو۔" ڈی-ون نے حکمانہ لہجے میں کہا اور ڈی-ٹو نے جیب سے رومال نکال کر وہ تمام جگہیں صاف کرنی شروع کر دیں۔

اس سے فارغ ہو کر وہ دونوں دروازے کی طرف بڑھے۔ اس سے پہلے کہ وہ دروازے کے قریب پہنچتے، اچانک دروازے پر زور زور سے دستک ہوئی اور وہ دونوں اچھل پڑے۔

"جلدی دروازہ کھولو ورنہ توڑ دیا جائے گا۔" دروازے کے دوسری سے انتہائی سخت آواز آئی اور وہ دونوں ایک دوسرے کا منہ دیکھنے

لگے اب دروازے پر مسلسل دستک ہونی شروع ہو گئی تھی۔
 "دروازہ کھولو۔" وہی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔ ڈی-ون کھڑکی
 کی طرف مڑا مگر کھڑکی کے باہر ایسی کوئی جگہ نہیں تھی جہاں
 سے نکلا جاسکتا ہو۔ سوائے ایک صورت کے کہ وہ دونوں تیسری
 منزل سے نیچے سڑک پر چھلانگ لگا دیں اور اس کا جو نتیجہ نکلنا
 تھا وہ دونوں پر اظہر من الشمس تھا۔

اب دروازے پر زور زور سے لاتیں پڑنے لگیں اور دروازہ
 کڑکڑانے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے چند لمحوں میں دروازہ ٹوٹ
 جائے گا۔ اس سے پہلے کہ وہ دونوں کچھ سوچتے، دروازہ ایک
 دھماکے سے ٹوٹ کر نیچے آگرا اور وہ دونوں بے اختیار اچھل
 پڑے۔

عمران نے جب جدوجہد بند کر دی تو فوجیوں نے اسے بازوؤں سے
 پکڑ لیا۔
 "کون ہو تم؟" ایک فوجی نے کرخت لہجے میں سوال کیا۔

"اپنے آفیسر سے بات کراؤ وگرنہ ایک خطرناک مجرم نکل جائے گا۔ وہ ریسرچ سنٹر کا ایک اہم راز لے کر جا رہا ہے۔" عمران نے انتہائی سخت لہجے میں جواب دیا۔

69

"بکواس مت کرو۔ ہم نے تو کوئی مجرم آتا نہیں دیکھا۔" فوجیوں نے جواب دیا۔ اتنے میں شور شرابا سن کر سٹور کے اعلیٰ آفیسر بھی وہاں پہنچ گئے۔ فوجیوں نے عمران کو ان کے سامنے پیش کرتے ہوئے تمام حالات بتلا دیئے۔

"کون ہو تم؟" ایک اعلیٰ آفیسر نے ڈانٹ کر عمران سے پوچھا۔ جواب میں عمران نے اپنا کالر الٹ دیا۔

دوسرے لمحے اس اعلیٰ آفیسر نے بوکھلا کر عمران کو سلیوٹ مار دیا۔ اس کے سلیوٹ مارتے ہی اس کے اردگرد موجود تمام فوجی اٹن شن ہو گئے۔

"سر معاف کیجئے گا، ہمیں معلوم نہیں تھا۔" اس اعلیٰ آفیسر نے انتہائی مؤدبانہ اور ندامت آمیز لہجے میں کہا۔

"تمہارے ہاں موٹر سائیکل تو ہوگا، جلدی لے آؤ۔ مجرم تمہارے ٹرک میں بیٹھ کر نکل گیا ہے۔" عمران نے تیز لہجے میں اس آفیسر کو حکم دیتے ہوئے کہا۔ اور آفیسر نے ایک فوجی کو موٹر سائیکل لے آنے کا حکم دیا۔ چند لمحوں میں موٹر سائیکل پیش کر دیا گیا۔

"باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔" عمران نے کہا اور اچھل کر موٹر سائیکل پر بیٹھ گیا۔ دوسرے لمحے وہ تیز کی طرح اسے اڑاتا ہوا مین گیٹ کے قریب پہنچ گیا۔ اعلیٰ آفیسر نے دور ہی سے انہیں کہہ دیا تھا۔ اس لئے جیسے ہی عمران نزدیک آیا انہوں نے گیٹ کھول دیا اور عمران موٹر سائیکل دوڑاتا باہر نکل گیا۔ ملٹری سٹور کے سامنے موجود سڑک دور دور تک خالی نظر آرہی تھی۔ عمران پوری رفتار سے موٹر سائیکل اڑاتا آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس چوک پر پہنچ گیا جہاں سے ریسرچ سنٹر کی سڑک

اس روڈ کو کراس کرتی تھی۔ عمران چند لمحوں کے لئے وہاں رکا،
ادھر ادھر

70

دیکھا اور پھر اندازہ لگا کر اس نے سامنے کا رخ کیا کیونکہ دوسری طرف جانے والی سڑک صرف ملٹری پاور ہاؤس کی طرف جاتی تھی۔ ظاہر ہے ان کا ادھر جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس نے موٹر سائیکل کا ایکسیلیٹر پوری طرح گھما دیا اور موٹر سائیکل رائفل سے نکلی ہوئی گولی کی طرح اڑی چلی گئی۔ جلد ہی وہ اس موٹر پر پہنچ گیا جہاں اس ٹرک کے ساتھ اس کی اپنی کار بھی موجود تھی۔ ایک سارجنٹ وہاں کھڑا تھا۔ اس سے پہلے کہ عمران سارجنٹ سے کچھ پوچھتا، ایک اور سارجنٹ موٹر سائیکل دوڑاتا وہاں آگیا۔

"ادھر دو ایم پی اے والوں کو گولی مار دی گئی ہے۔ ان میں سے ایک ابھی زندہ ہے۔ یہ کار لے آؤ تاکہ اسے ہسپتال پہنچایا جا سکے۔" سارجنٹ نے اپنے ساتھی سے مخاطب ہو کر کہا۔
"کار والا کہاں ہے؟" عمران نے اس سارجنٹ سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"وہ جناب موٹر سائیکل پر اگلے چوک پر بائیں طرف مڑ گیا ہے۔ میں نے ادھر دھماکہ بھی سنا تھا۔" سارجنٹ نے جواب دیا۔
"تم کار لے کر جاؤ۔" عمران نے حکمانہ لیجے میں سارجنٹ سے کہا اور پھر اپنا موٹر سائیکل ادھر موڑ دیا جدھر سارجنٹ نے اشارہ کیا تھا۔ چند لمحوں بعد وہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں ملٹری پولیس کے دو سپاہی پڑے تھے۔ عمران وہاں رکنے کی بجائے تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا اور پھر دائیں طرف مڑ گیا۔ تھوڑی ہی دور جانے کے بعد اسے سڑک کے کنارے سارجنٹ کا موٹر سائیکل ایک طرف الٹا پڑا نظر آیا۔ اس نے موٹر سائیکل کو زور سے بریک ماری اور پھر

پھرتی سے اسے سٹینڈ کر کے نیچے اتر آیا۔ موٹر سائیکل کی پوزیشن دیکھ کر وہ سمجھ گیا کہ اس کا سوار سڑک کی

71

دوسری طرف گرا ہوگا۔ وہ تیزی سے ادھر دوڑا اور پھر اسے ایک گہرے کھڈ میں کیپٹن شکیل پڑا نظر آگیا۔ کیپٹن شکیل بے ہوش پڑا تھا۔ عمران نے اس کی تصدیق کی اور پھر اسے کاندھے پر اٹھا کر کھڈ سے باہر نکل آیا۔ اس نے کیپٹن شکیل کو سڑک پر لٹا دیا، ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس کی نظریں اس تین منزلہ ٹھیکیدار بلڈنگ پر جم گئیں۔ کیپٹن شکیل کے موٹر سائیکل کو ایک نظر دیکھ کر ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ رائفل کی گولی سے ٹائر پھاڑ دیا گیا ہے۔ ٹائر میں موجود گولی کے سراخ کا زاویہ صاف بتا رہا تھا کہ گولی اوپر بلندی سے چلائی گئی ہے۔ اس لئے وہ ٹھیکیدار بلڈنگ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے اندازے کے مطابق گولی یہیں سے ماری گئی ہوگی۔ مگر اب مسئلہ کیپٹن شکیل کا تھا۔ وہ کیپٹن شکیل کو بے ہوشی کے عالم میں چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے پہلے کیپٹن شکیل کو ہوش میں لانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے کیپٹن شکیل کی ناک پکڑ کر ایک زوردار تھپڑ اس کے گال پر رسید کیا۔ اس کے پہلے ہی تھپڑ نے کیپٹن شکیل کا دماغ جھنجھنا کر رکھ دیا۔ چنانچہ اس نے فوراً آنکھیں کھول دیں۔

"کیپٹن شکیل ہوش میں آؤ۔ مجھے بتاؤ کہ مجرم کہاں ہیں؟" عمران نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا اور کیپٹن شکیل کا شعور جاگ گیا۔ وہ جھٹکا کھا کر اٹھ بیٹھا۔ عمران کو سامنے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔

"گولی کہاں سے چلائی گئی تھی؟" عمران نے اس سے پوچھا۔
"سامنے ٹھیکیدار بلڈنگ کی دوسری منزل سے۔ مجرم دو ہیں، ایک سول لباس میں اور دوسرا فوجی لباس میں۔" کیپٹن شکیل نے بتلایا۔

"اُو میرے ساتھ، شاید مجرم ابھی تک وہیں موجود ہوں۔" عمران نے کہا اور پھر وہ کیپٹن شکیل کو لئے تیزی سے ٹھیکیدار بلڈنگ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

جب وہ دونوں ٹھیکیدار بلڈنگ پہنچے تو انہوں نے کافی لوگ اکٹھے دیکھے۔ ان میں سے زیادہ اکثریت چوکیدار اور چیڑاسی ٹائپ لوگوں کی تھی۔ وہ ایک شرابی کو گھیرے کھڑے تھے۔ اس شرابی نے بڑے اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے مگر اس وقت اس کے کپڑے مسلے ہوئے تھے۔ وہ شرابی ان کے درمیان کھڑا چیخ رہا تھا۔ "کیا بات ہے؟" عمران نے ایک آدمی سے پوچھا۔

"جناب یہ ٹھیکیدار ہیں۔ ان کا دفتر اوپر کی منزل پر ہے۔ آج اتوار ہے یہ شراب کے نشے میں دھت ہو کر یہاں آئے اور اپنے دفتر کی بجائے ساتھ والے کمرے کے دروازے کو کھٹکھانا شروع کر دیا۔ جب دروازہ نہ کھلا تو انہوں نے دروازہ توڑ دیا۔" ایک آدمی نے عمران کو بتلایا۔

"یہاں کوئی فوجی تو نہیں آیا؟" عمران نے پوچھا۔
 "نہیں جناب ہم نے تو نہیں دیکھا۔" اس آدمی نے جواب دیا۔
 "دروازہ کس کا توڑا گیا ہے؟" کیپٹن شکیل نے پوچھا۔
 "وہ یہ دو آدمی ہیں۔" اس آدمی نے کہا اور پھر اس نے انہیں ادھر ادھر تلاش کرنا شروع کر دیا۔

"ارے وہ دو آدمی کہاں گئے، ابھی تو یہیں تھے۔" اس نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر سب نے ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیا۔

"ابھی تو یہیں کھڑے تھے مگر اب نہیں ہیں۔" سب نے کہا۔ عمارت کا عقبی دروازہ سامنے کھلا ہوا نظر آ رہا تھا۔

"وہ وہی دو آدمی ہوں گے۔ کیپٹن تم ان کا کمرہ چیک کرو، میں ادھر دیکھتا ہوں۔ سامنے سے تو وہ نہیں نکلے ورنہ مجھے ضرور نظر آجاتے۔" عمران نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا اور خود وہ تیزی سے عقبی دروازے کی طرف لپکا۔ عقبی دروازے سے نکل کر اس نے ادھر ادھر دیکھا مگر دور دور تک سڑک خالی تھی۔

سامنے ایک عمارت زیر تعمیر تھی۔ ظاہر ہے کوئی بھی شخص اس کی آڑ لے کر کہیں سے کہیں نکل سکتا ہے اور نجانے انہیں عمارت سے نکلے کتنی دیر ہو چکی ہوگی۔ اس لئے اب ان کا پیچھا کرنا لاحاصل معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ وہ واپس مڑ آیا اور پھر سیڑھیاں چڑھتا ہوا دوسری منزل پر پہنچ گیا۔ کیپٹن شکیل وہاں موجود تھا۔ کمرے کا دروازہ اکھڑا ہوا تھا۔ دور مار سائیلنسر لگی رائفل بھی ایک کونے میں موجود تھی۔

باتھ روم میں فوجی وردی اور سلطان کا لباس بھی موجود تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہاں ربڑ کے دو چہرے اور وگین بھی پڑی تھیں۔ ایک الماری میں مختلف قسم کے لباس بھی موجود تھے۔

"اس کا مطلب ہے یہاں انہوں نے اپنا حلیہ تبدیل کیا ہے۔" عمران نے چیزیں دیکھتے ہوئے کہا۔

ربڑ کے چہرے دیکھ کر وہ سمجھ گیا تھا کہ مجرم جدید ترین میک اپ کے ماہر ہیں کیونکہ ربڑ کے چہروں سے میک اپ کرنا عام مجرموں کے بس سے باہر تھا۔

کافی دیر تک عمران کمرے کا معائنہ کرتا رہا مگر وہاں اسے کوئی ایسی چیز نہ ملی جس سے مجرموں کا کوئی کلیو مل سکتا۔ آخر مایوس ہو کر اس نے کیپٹن شکیل سے واپس چلنے کا کہا۔ جیسے ہی وہ دروازہ کراس کرنے لگے، اچانک عمران ٹھٹھک کر رک گیا اور پھر وہ تیزی سے جھکا اور کاغذ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا اٹھا لیا۔ اس ٹکڑے پر نمبروں کی دو لائنیں لکھی ہوئی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے حساب کا سوال حل کیا ہو۔ عمران چند لمحے غور سے اس کاغذ کو دیکھتا رہا پھر اس کے چہرے پر ایک پراسرار سی مسکراہٹ رینگ گئی۔

"چلو کیپٹن شکیل وہ بے چارے اپنا مکمل پتہ نشان بتلا گئے ہیں۔" عمران نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر باہر نکل کر اس نے تیزی سے سیڑھیاں اترنی شروع کر دیں۔ بلڈنگ سے باہر نکل کر اس نے اپنی موٹر سائیکل سنبھالی اور کیپٹن شکیل کو پیچھے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے موٹر سائیکل سٹارٹ کر دی۔ چند لمحوں بعد اس کی موٹر سائیکل تیزی سے ریسرچ سنٹر کی طرف دوڑی چلی جا رہی تھی۔

"مجرموں کے پیچھے نہیں چلنا؟" کیپٹن شکیل نے پوچھا۔ "کیا ضرورت ہے، وہ بے چارے کہاں جا سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ ان کے جرم کے متعلق تو معلوم ہو۔ ابھی تک تو ان کا جرم یہی معلوم ہوتا ہے کہ انیوں نے ڈاکٹر کمال حسین کو انجکشن لگا کر بے ہوش کر دیا ہے۔" عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔ اب بھلا کیپٹن شکیل کیا جواب دیتا۔ خاموش رہا۔

تھوڑی دیر بعد عمران اور کیپٹن شکیل دونوں سر جمشید کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔
"غضب ہو گیا عمران صاحب! جس بات کا ہمیں ڈر تھا وہی ہوا۔ ائر لائٹ

75

ہم کا فارمولا غائب ہے اور اس کی دوسری کاپی بھی نہیں ہے۔" سر جمشید نے انہیں بتلایا۔ اس وقت وہ بے حد پریشان اور رنجیدہ تھے۔ "ڈاکٹر کمال حسین تو زندہ ہیں۔ وہ فارمولا انہوں نے مرتب کیا تھا وہ دوبارہ بنا دیں گے۔ ظاہر ہے انہیں تو اس کی تفصیلات یاد ہوں گی۔" عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اس اطلاع نے اسے مطمئن کر دیا ہو۔

"یہی تو مسئلہ بن گیا ہے۔ ڈاکٹر کمال حسین گو ظاہری طور پر ٹھیک ٹھاک ہیں مگر ان کا ذہن اس ٹائپ کے فارمولے کی طرف نہیں چلتا بلکہ وہ تخریبی ایجادات سے سخت نفرت کا اظہار کرنے لگ گیا ہے۔ میں نے اسے میڈیکل چیک اپ کے لئے بھیجا تو وہاں سے رپورٹ آئی کہ اسے کسی ایسی نامعلوم دوا کا انجکشن لگایا گیا ہے جس سے اس کا ذہن تخریبی ایجادات کی طرف سے بالکل مفلوج ہو گیا ہے۔ اب تو وہ نئی کھاد بنانے اور عوامی کار بنانے کے منصوبوں کے متعلق سوچ بچار کر رہا ہے۔" سر جمشید نے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ اس کا مطلب ہے، مجرم جدید ترین حربے استعمال کر رہے ہیں۔" کیپٹن شکیل نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

"نہ صرف جدید ترین حربے استعمال کر رہے ہیں بلکہ اس کیس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ ایک خاص مشن لے کر اٹھے ہیں اور ان کا تعلق کسی اور ملک سے نہیں ہے بلکہ وہ انفرادی طور پر کام کر رہے ہیں۔" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"وہ کیسے؟" سر جمشید نے چونک کر پوچھا۔
"وہ اس طرح کہ اگر وہ کسی ملک کے ایجنٹ ہوتے تو فارمولے

76

کے ساتھ ساتھ اول تو ڈاکٹر کمال حسین کو بھی اغواء کرنے کا پروگرام بنا کر آتے یا پھر ان کے لئے زیادہ آسان بات یہ تھی کہ وہ ڈاکٹر کمال حسین کو گولی مار دیتے اور ان کے پاس اس کا موقع بھی تھا مگر انہوں نے ڈاکٹر کو ضائع کرنے کی بجائے صرف اس کے ذہن کو تخریب کی بجائے تعمیر کی طرف منتقل کر دیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ تخریبی ہتھیاروں کے خلاف کوئی مخصوص مشن لے کر کام کر رہے ہیں۔" عمران نے بتلایا۔

"ہونہہ! آپ کی بات میرے ذہن کو اپیل تو کر رہی ہے مگر میں سوچ رہا ہوں کہ کیا تمام تر تخریب اس فارمولے تک ہی منحصر ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے ممالک ایسی تخریبی ایجادات کر رہے ہیں کہ یہ فارمولا تو ان کے سامنے پرکاش کی بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ اگر ان کو کسی مشن پر کام کرنا تھا تو کسی بڑے ملک کے خلاف کام کرتے۔" سر جمشید نے کہا۔

"بچے ہیں، نادانی کر گئے ہیں۔ آپ بے فکر رہیں میں انہیں سمجھا دوں گا۔" عمران نے بڑے معصوم لہجے میں کہا اور سر جمشید چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"کیا مطلب؟ آپ انہیں جانتے ہیں؟" سر جمشید نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ابھی تک تو نہیں جانتا مگر جلد ہی جان لوں گا۔" عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تو کیا مجرم سلطان تھا وہ تو کافی عرصے سے یہاں کام کر رہا تھا اور اس کا سابقہ ریکارڈ قطعی بے داغ تھا۔" سر جمشید نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

77

"سلطان بے چارہ تو قتل ہو چکا ہے۔ جس وقت آپ سلطان سے ملنے گئے تھے اس وقت مجرم خود سلطان کے روپ میں موجود تھا۔" عمران نے جواب دیا اور سر جمشید کو یوں محسوس ہوا جیسے ان کے سر پر ایٹم بم پھٹ گیا ہو۔ ان کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" انہوں نے دبے ہوئے لہجے میں کہا۔ عمران نے انہیں ربڑ ماسک اور وگ کے متعلق تمام تفصیلات بتلاتے ہوئے کہا۔

"ان باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ مجرموں کو آپ کی لیبارٹری کے متعلق تمام تفصیلات حاصل تھیں۔ اب آپ ایسا کریں کہ اس کا تمام سیکورٹی نظام بدل دیں اور قواعد مزید سخت کر دیں۔" عمران نے اس بار قدرے حکمانہ لہجے میں کہا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ کیپٹن شکیل نے بھی اس کی پیروی کی۔

"اب فارمولے کا کیا بنے گا؟" سر جمشید نے بھی کرسی سے اٹھتے ہوئے قدرے کمزور لہجے میں پوچھا۔

"یہ فارمولا تو میں ہر قیمت پر واپس لے آؤں گا۔ ان سے غلطی ہوئی ہے کہ انہوں نے میرے ملک کے مفاد کے خلاف کام کیا ہے اور میں اس بات کی اجازت نہیں دے سکتا۔ گڈ بائی۔" عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا اور پھر مڑ کر کمرے سے باہر نکل آگیا۔

ان کی کار سر جمشید کے پاس پہلے ہی پہنچ چکی تھی۔ اس لئے چند لمحوں بعد وہ دونوں کار میں بیٹھے لیبارٹری کی حدود سے باہر نکل آئے۔ عمران کے چہرے پر گہری سنجیدگی کے آثار طاری تھے۔

78

دروازہ ٹوٹتے ہی وہ دونوں بے اختیار اچھل کر سائید کی دیواروں سے لگ گئے۔ ان دونوں کے ہاتھ تیزی سے جیبوں میں موجود ریوالور کے دستوں پر جم گئے مگر جس شخص نے دروازہ توڑا تھا وہ دروازے کے اوپر ہی گر گیا۔
"دیکھا مجھ میں کتنی طاقت ہے۔" اس نے سر اٹھا کر لڑکھڑائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھیں چڑھی ہوئی تھیں۔ پہلی ہی نظر میں صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ نشے میں دھت ہے۔
ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر آنکھوں ہی آنکھوں میں نکلنے کا طے کر کے وہ دونوں تیزی سے اسے پھینکتے ہوئے دروازہ کراس کرنے لگے مگر اس شرابی نے اچانک ڈی-ون کی

ٹانگ پکڑ لی اور ڈی-ون منہ کے بل سامنے برآمدے کے فرش پر جاگرا۔
"ہا! ہا! مجھ سے بچ کر کہاں جاؤ گے۔" شرابی نے قہقہہ مارتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے دروازہ ٹوٹنے کی آواز سن کر کئی لوگ اوپر چڑھ آئے۔

79

ڈی-ون نے جھٹکا دے کر اپنی ٹانگ اس سے چھڑوائی اور پھر کپڑے چھاڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ دوسرے لوگوں نے اس شرابی کو پکڑا اور پھر سب لوگ ان سمیت سیڑھیاں اتر آئے۔ شرابی سنبھل نہیں رہا تھا۔ نیچے اتر کر باقی لوگ تو شرابی کے چکر میں پڑ گئے مگر ڈی-ون اور ڈی-ٹو موقع دیکھتے ہی عقبی دروازے سے باہر کھسک گئے۔ عقبی دروازے سے نکل کر انہوں نے انتہائی تیزی سے سڑک کراس کی اور پھر سیدھے زیر تعمیر عمارت کی آڑ لے کر وہ جلد ہی خاصی دور نکل گئے۔ تھوڑی دیر بعد انہیں ٹیکسی مل گئی۔
"الشمس کالونی، دوسرا چوک۔" ڈی-ون نے ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نے سر ہلاتے ہوئے گاڑی آگے بڑھا دی۔

ڈی-ون اور ڈی-ٹو دونوں پچھلی نشست پر بڑے اطمینان سے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان دونوں کی آنکھوں سے اطمینان کے آثار نمایاں تھے جیسے وہ کوئی بہت بڑی مہم جیت کر آرہے ہوں۔ تھوڑی دیر بعد ٹیکسی ڈرائیور نے چوک پر گاڑی آہستہ کرتے ہوئے کہا۔
"سر! چوک آگیا ہے۔"

"بس یہیں روک دو۔" ڈی-ون نے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی روک دی۔ وہ دونوں باہر نکل آئے۔ ڈی-ون نے ایک نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھا اور پھر دونوں اس وقت تک وہیں کھڑے رہے، جب تک گاڑی آگے بڑھ کر اگلے چوک پر مڑ نہ گئی۔ ٹیکسی کے جانے کے بعد وہ دونوں آگے بڑھے اور پھر تین چار کوٹھیاں چھوڑ کر وہ ایک کوٹھی کے سامنے جا کر رک گئے۔

80

ڈی-ون نے پھاٹک کی سائیڈ میں موجود کال بیل کا بٹن دو بار دبایا اور پھر بٹ کر کھڑا ہو گیا۔ چند منٹ بعد پھاٹک خود بخود کھلتا چلا گیا۔ وہ بڑے اطمینان سے اندر داخل ہو گئے اور لان سے گزر کر اصل عمارت میں داخل ہو گئے۔ ابھی وہ برآمدے میں ہی تھے کہ اندر سے ایک خوبصورت اور سڈول جسم کی لڑکی باہر نکل آئی۔ وہ انہیں دیکھ کر ایک لمحے کے لئے ٹھٹھکی۔

"ڈی-ون۔" اسے ٹھٹھکتا دیکھ کر ڈی-ون نے مسکراتے ہوئے کہا اور لڑکی کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"مشن کا کیا ہوا؟" لڑکی نے پوچھا۔

"گامیابی۔" ڈی-ون نے جواب دیا۔

"ویری گڈ۔" لڑکی نے کہا اور پھر وہ تینوں عمارت میں داخل ہو گئے۔ دوسرے لمحے وہ ایک سجے سجائے کمرے میں جا کر صوفوں پر بیٹھ گئے۔

"مجھے تفصیل بتلاؤ ڈی-ون! مجھے بے حد فکر لگی ہوئی تھی۔" لڑکی نے صوفے پر بیٹھتے ہی ڈی-ون سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تفصیل کیا بتلانی ہے۔ ہر کام پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مطابق ہو گیا ہے البتہ درمیان میں رخنہ پڑ گیا۔ نتیجے میں دو ایم پی اے والے خواہ مخواہ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ بہر حال اتنے بڑے مشن کے سامنے یہ دو آدمی کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔" ڈی-ون نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کیا رخنہ؟" کیا کسی کو پروگرام کا علم ہو گیا تھا؟" لڑکی نے پوچھا۔

"نہیں ڈی-تھری پروگرام کا تو کسی کو پتہ نہیں چلا۔ بس احتیاطی تدابیر

81

کے نتیجے میں کچھ لوگ پیچھے لگ گئے تھے۔" ڈی-ون نے کہا اور پھر اس نے لڑکی کو سب کچھ بتلایا۔

"وہ فارمولا کہاں ہے؟" ڈی-ٹو نے جو اب تک خاموش تھا، گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

ڈی-ون نے سینے کے اندر ہاتھ ڈال کر وہ بیگ باہر نکالا اور پھر اسے کھول کر اس میں کاغذ کی ایک شیٹ نکال کر ان کے سامنے میز پر رکھ دیا۔ سب سے پہلے ڈی-تھری نے فارمولا اٹھایا اور اسے غور سے دیکھتی رہی پھر اس نے اطمینان کی طویل سانس لیتے ہوئے فارمولا ڈی-ٹو کی طرف بڑھا دیا۔ ڈی-ٹو نے شیٹ ہاتھ میں پکڑی اور اسے غور سے دیکھتا رہا۔

وہ فارمولے کے مطالعے میں مصروف تھے کہ دروازے کے کی بول سے سفید رنگ کی گیس اندر آنا شروع ہو گئی۔ گیس کے بھپکے بڑی تیزی سے اندر چلے آ رہے تھے۔ اتفاق ایسا تھا کہ ان میں سے دو کی دروازے کی طرف پشت تھی اور تیسرے کی سائیڈ تھی۔ اس لئے وہ جلد اسے چیک نہ کر سکے۔ گیس کی موجودگی کا احساس

سب سے پہلے ڈی-تھری کو ہوا۔ اس نے زور زور سے سانس لے کر سونگھنے کی کوشش کی۔ دوسرے لمحے دوسرے بھی چونک پڑے۔ ڈی-ون نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا اور اچھل کر دروازے کی طرف بڑھنے لگا مگر گیس خاصی زوداثر تھی۔ ابھی وہ راستے میں ہی تھا کہ لڑکھڑا کر نیچے گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ اس کے فوری بعد لڑکی بھی لڑھک گئی کیونکہ وہ بے خیالی میں خاصی گیس پھیپھڑوں میں اتار چکی تھی۔ ڈی-ٹو نے اپنا سانس روکنے کی کوشش کی مگر دو تین سیکنڈ سے زیادہ برداشت نہ کرسکا اور گلے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے وہ صوفے پر گرا اور پھر لڑھک کر نیچے

82

فرش پر جاگرا۔ اس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا فارمولے کا کاغذ اڑتا ہوا صوفے کے قریب فرش پر گر گیا۔
اب کی بول سے گیس آنا بند ہو گئی تھی۔ چند لمحوں بعد کسی نے کی بول سے آنکھ لگائی اور دوسرے لمحے دروازہ ایک جھٹکے سے کھل گیا۔ بابر تین غیر ملکی ہاتھوں میں مشین گنیں پکڑے کھڑے تھے۔ دروازہ کھلتے ہی وہ ایک طرف ہٹ گئے اور گیس تیزی سے بابر نکلنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ان میں سے ایک تیزی سے آگے بڑھا اور کمرے میں داخل ہو گیا۔ فرش پر پڑا ہوا کاغذ جیسے ہی اس کی نظروں پر چڑھا اس نے لپک کر اسے اٹھا لیا۔ اس نے ایک اچھٹی ہوئی نظر اس پر ڈالی اور پھر تیزی سے واپس مڑ گیا۔
"کام ہو گیا؟" بابر کھڑے دونوں غیر ملکیوں نے بیک وقت پوچھا۔
"ہاں ہم عین موقع پر پہنچے ہیں۔ اب یہاں سے نکلنے کی کرو۔"
پہلے نے جواب دیا اور پھر وہ تینوں تیزی سے عمارت کے بیرونی حصے کی طرف بڑھتے چلے گئے ان کے چہرے مسرت سے جگمگا رہے تھے۔

لیبارٹری کی حدود سے نکلتے ہی عمران نے کار کی سپیڈ خاصی بڑھا دی۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی اور وہ قدرے پریشان بھی محسوس ہو رہا تھا۔
 "کیا بات ہے عمران صاحب، آج آپ غیر معمولی طور پر سنجیدہ ہیں۔" کیپٹن شکیل سے نہ رہا گیا تو اس نے پوچھ ہی لیا۔
 "سنجیدگی ہی کی بات ہے۔ مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ فارمولا بھی لے اڑے ہیں ورنہ میں ٹھیکیدار بلڈنگ سے ہی ان کے پیچھے

لگ جاتا۔ خواہ مخواہ لیبارٹری جانے میں وقت ضائع کیا۔ مجھے خطرہ یہ ہے کہ انہوں نے جاتے ہی فارمولے کو ضائع کر دینا ہے۔" عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ضائع کر دینا ہے..... کیا مطلب..... کیا وہ بے وقوف ہیں۔ آخر انہوں نے اتنا بڑا رسک صرف ایک فارمولا ضائع کرنے کے لئے تو نہیں اٹھایا۔" کیپٹن شکیل نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کیپٹن شکیل تم بعض اوقات ایسی بچگانہ بات کرتے ہو کہ جی چاہتا ہے

84

تمہیں نرسری کلاس میں بٹھا آؤں۔ کیا جب میں سر جمشید سے باتیں کر رہا تھا اس وقت تم سو رہے تھے۔ میں ان کا مشن کسی حد تک سمجھ گیا ہوں۔ وہ لوگ تخریبی ہتھیاروں کے خلاف کام کر رہے ہیں، ظاہر ہے انہوں نے فارمولا ضائع کر دینا ہے۔ یہی ان کا مشن ہے۔" عمران نے طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔

اب بھلا کیپٹن شکیل کیا کہتا، خاموش ہو رہا۔ عمران مختلف سڑکوں پر کار دوڑاتا ہوا جلد ہی الشمس کالونی میں داخل ہو گیا۔ اس نے کار کی رفتار قدرے آہستہ کی اور پھر کوٹھیوں کے نمبر پڑھنے شروع کر دیے۔ جیسے ہی کوٹھی نمبر ایک سو چھ پر اس کی نظریں پڑیں، اس نے کار کو ایک سائیڈ میں لگا دیا اور کیپٹن شکیل کو نیچے اترنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی نیچے اتر آیا۔

"یہی ہماری مطلوبہ کوٹھی ہے۔ میرا خیال ہے تم یہیں ٹھہر کر اس کی نگرانی کرو۔ اگر کوئی باہر نکلے تو بے شک کار لے جانا اور اس کا احتیاط سے تعاقب کرنا۔ میں پشت کی طرف سے کوٹھی کے اندر داخل ہوتا ہوں۔" عمران نے کیپٹن شکیل کو ہدایت کی اور پھر

تیزی سے سائیڈ کی گلی سے ہوتا ہوا کوٹھی کی پشت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

کپیٹن شکیل ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا اور پھر اس نے کار بیک کر کے ایک درخت کے نیچے کھڑی کردی اور ڈیش بورڈ پر موجود اخبار اٹھا کر سامنے کر لیا مگر اس کی نظریں کوٹھی کے پھاٹک پر جمی ہوئی تھیں۔

ادھر عمران تیزی سے چلتا ہوا کوٹھی کی پشت پر آگیا۔ اس طرف کی دیوار اتنی اونچی تھی کہ اسے پھلانگنے کے لئے اسے کسی سہارے کی ضرورت

85

پڑتی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اچھل کر دیوار کا کنارہ دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ جیسے ہی وہ بازوؤں کے بل اچھل کر دیوار پر چڑھنے لگا، اچانک اسے زوردار دھکا لگا۔ وہ اچھل کر سڑک پر آ رہا۔ ایک آدمی بھی اس کے عین اوپر آگرا تھا۔ نیچے گرتے ہی عمران تیزی سے کروٹ بدل کر سیدھا ہونے لگا مگر اسی لمحے ایک اور آدمی دیوار سے چھلانگ لگا کر اس کے اوپر آگرا اور عمران ایک بار پھر زمین پر گر گیا۔ اس سے پہلے کہ عمران سنبھلتا پہلے والا آدمی اٹھ کر اس سے لپٹ گیا۔ اتنی دیر میں دیوار سے تیسرے آدمی نے بھی چھلانگ لگا دی۔

جیسے ہی پہلے آدمی نے عمران کو بازوؤں میں کسنے کی کوشش کی، عمران نے پھرتی سے دونوں کہنیاں اس کی پسلیوں میں رسید کر دیں اور وہ شخص ذبح ہوتے ہوئے بکرے کی طرح چیختے ہوئے ایک طرف گر گیا۔ عمران نے پھرتی سے اٹھنے کی کوشش کی مگر اچانک اس کے سر پر مشین گن کا بٹ پوری قوت سے پڑا اور عمران کو ہوں محسوس ہوا جیسے اس کی کھوپڑی تڑخ کر کئی

حصوں میں تقسیم ہو گئی ہو۔ ابھی وہ لڑکھڑا ہی رہا تھا کہ دوسری ضرب پڑی اور نتیجے میں عمران بے ہوش ہو کر سڑک پر گر پڑا۔ "چلو جلدی کرو، نکل چلو اس کا کوئی اور ساتھی نہ آجائے۔" تیسرے نمبر پر گرنے والے آدمی نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتے گلی مڑ کر سامنے سڑک کی طرف جانے لگے۔ جس کی پسلیوں پر عمران نے کراٹے کا وار کیا تھا وہ ابھی تک لڑکھڑا کر چل رہا تھا۔ اس کی چال سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اسے چلنے میں کافی تکلیف کا سامنا کرنا پڑ رہا ہو۔ بہر حال کسی نہ کسی طرح وہ اپنے ساتھیوں کا ساتھ دیئے چلا جا رہا تھا۔ جب وہ گلی کو اس کرکے سڑک پر پہنچے تو انہوں نے ایک لمحے کے لئے

86

ادھر ادھر دیکھا اور پھر تیزی سے آگے چلتے گئے۔ تقریباً دو کوٹھیاں چھوڑ کر ایک درخت کے نیچے ایک سیاہ رنگ کی کار موجود تھی۔ وہ تینوں سیدھے اس کار کے پاس پہنچے اور پھر پھرتی سے وہ کار میں بیٹھ گئے۔ دوسرے لمحے کار ایک جھٹکا کھا کر آگے بڑھ گئی۔

کیپٹن شکیل نے سڑک پر آتے ہی انہیں چیک کر لیا تھا۔ مگر وہ ابھی شش و پنج میں تھا کہ آیا یہ تینوں مشکوک ہیں یا نہیں۔ اس لئے وہ بڑے اطمینان سے ان کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ پچھلے آدمی کی لڑکھڑاہٹ اور پھر ان کی بغلوں میں موجود مشین گنوں کا ابھار اس کی دور بین نظروں سے چھپا نہ رہ سکا اور وہ مکمل طور پر ان کی طرف سے مشکوک ہو گیا۔ جیسے ہی ان کی کار آگے بڑھی، کیپٹن شکیل نے کار سٹارٹ کی اور پھر پوری رفتار سے اسے دوڑاتے ہوئے اس گلی میں داخل ہو گیا جدھر سے وہ آئے تھے اور عمران گیا تھا۔ وہ ایک نظر کوٹھی کی پشت کو چیک کر لینا چاہتا تھا۔ اس کی چھٹی حس بتلا رہی تھی کہ یا تو ان کا ٹکراؤ عمران سے

ہوا ہے، یہ عمران کو دھوکا دے کر نکل آئے ہیں یا پھر عمران کوٹھی میں داخل ہوا ہے اور یہ سائیڈ کی دیوار سے نکل آئے ہیں۔ بہر حال وہ اپنا شک دور کر لینا چاہتا تھا۔ کار کے متعلق اسے مکمل طور پر یقین تھا کہ کار کو وہ دوبارہ چیک کر لے گا کیونکہ یہ سڑک کافی دور تک سیدھی چلی جاتی تھی اور کار اتنی بڑی تھی کہ کسی گلی میں داخل نہیں ہوسکتی تھی۔

جیسے ہی اس کی کار کوٹھی کی عقبی طرف آئی، وہ چونک پڑا کیونکہ سامنے ہی دیوار کے قریب اسے عمران سڑک پر بے ہوش پڑا نظر آگیا۔ اس نے تیزی سے کار عمران کے قریب جا کر روکی اور پھر اچھل کر نیچے اتر آیا۔ بڑی پھرتی سے اس نے کار کا پچھلا دروازہ کھولا اور سڑک پر بے ہوش پڑے عمران کو اٹھا کر

87

پچھلی نشست پر لٹا کر اس نے دروازہ بند کر دیا اور ایک بار پھر سٹیرنگ پر آکر بیٹھ گیا۔ کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔ دو تین کوٹھیاں چھوڑ کر جیسے ہی ایک سائیڈ کی گلی آئی وہ کار اس گلی میں موڑ کر سڑک پر لے آیا اور پھر اس نے خاصی رفتار سے کار کو اس طرف دوڑانا شروع کر دیا جدھر وہ سیاہ کار گئی تھی۔ تقریباً دس منٹ بعد اسے کار نظر آگئی اور اس نے ایک مناسب فاصلہ دے کر اس کا تعاقب کرنا شروع کر دیا مگر مسئلہ یہ تھا کہ سڑک بالکل خالی تھی۔ اس سیاہ کار کے علاوہ صرف کیپٹن شکیل کی کار موجود تھی۔ اس لئے خطرہ تھا کہ سیاہ کار والے اسے چیک کر لیں گے مگر رسک لئے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔ اس لئے وہ خاموش بیٹھا تعاقب کرتا رہا۔ پچھلی نشست پر عمران بدستور بے ہوش پڑا تھا۔ اس کے سر سے ابھرے دو گومڑ اسے بیک مرر میں صاف نظر آرہے تھے۔ گومڑ دیکھ کر اسے احساس ہو گیا کہ عمران کے سر پر شدید ضرب لگائی گئی ہے اس لئے عمران کا جلد ہوش میں آنا ممکن نہیں۔

اچانک اسے ہاتھ میں بندھے واچ ٹرانسمیٹر کا خیال آگیا اور وہ خوشی سے اچھل پڑا۔ ٹرانسمیٹر واچ تو اس کے ذہن سے ہی اتر گئی تھی۔ اس نے پھرتی سے ونڈ بٹن کھینچا اور ایک ہاتھ سے جولیا کی فریکوئنسی سیٹ کر کے اس نے جولیا کو کال کرنا شروع کر دیا۔

"ہیلو جولیا، کیپٹن شکیل سپیکنگ اوور۔" رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کہا۔

"یس جولیا سپیکنگ اوور۔" دوسری طرف سے جولیا کی آواز ابھری۔
"مس جولیا میں الشمس کالونی کے آخری چوک سے مجرموں کا تعاقب کر رہا ہوں۔ وہ سیاہ رنگ کی کار میں ہیں۔ انہوں نے عمران کو بے ہوش کر دیا ہے اور

88

عمران میری کار میں موجود ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ مجرم مجھے چیک کر لیں گے۔ اس لئے کسی ممبر کو فوراً بھیجو اوور۔" کیپٹن شکیل نے مختصر طور پر حالات بتلاتے ہوئے کہا۔
"اپنی صحیح پوزیشن اور آئندہ کا رخ بتلاؤ اوور۔" جولیا نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ایک لمحہ ٹھہرو، وہ چوک کے قریب پہنچنے والے ہیں۔ ابھی معلوم ہو جائے گا کہ وہ کدھر کا رخ کرتے ہیں اوور۔" کیپٹن شکیل نے کہا۔ اس کی نظریں سیاہ کار پر جمی ہوئی تھیں۔ سیاہ رنگ کی کار چوک پر پہنچ کر دائیں طرف فیکٹری ایریا جانے والی سڑک پر جیسے ہی مڑی، کیپٹن شکیل نے جولیا کو اطلاع کر دی۔

"ٹھیک ہے، تم اس کا تعاقب کرتے رہو۔ میں صفدر اور تنویر کو بھیج رہی ہوں اوور اینڈ آل۔" جولیا نے کہا اور رابطہ ختم ہو گیا۔

اب کیپٹن شکیل کو قدرے تسلی ہو گئی چنانچہ اس نے رابطہ ختم کر دیا اور پھر اطمینان سے کار چلانی شروع کر دی۔

اچانک وہ چونک پڑا کیونکہ سیاہ رنگ کی کار سڑک کی ایک سائیڈ پر موجود ویران سی عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو گئی۔

کیپٹن شکیل سنبھل کر بیٹھ گیا کیوں کہ اسے خطرہ تھا کہ ملازم کہیں کوئی چال نہ چل رہے ہوں۔ آہستہ آہستہ اس کی کار عمارت کے قریب پہنچتی چلی گئی۔ اس کی کار ابھی عمارت سے تقریباً دو سو گز دور ہوگی کہ اچانک فضا میں تڑتڑاہٹ کی آوازیں گونجیں اور کیپٹن شکیل نے بے اختیار اپنا سر نیچے کر لیا۔ سائیں سائیں سے کئی گولیاں کھڑکی کے شیشے توڑتی ہوئی دوسری طرف

89

نکل گئیں۔ اس کے ساتھ ہی دو زبردست دھماکے ہوئے اور کار لڑکھڑانے لگی۔ کیپٹن شکیل سمجھ گیا کہ اس پر مشین گن سے فائرنگ کی گئی ہے۔ کار لڑکھڑاتی ہوئی ادھر ہی مڑ گئی جدھر وہ عمارت تھی اور پھر ایک دھماکے سے عمارت کے کمپاؤنڈ وال سے ٹکرا کر رک گئی۔

کیپٹن شکیل نے فوراً ہی اپنے جسم کو سٹیرنگ پر ڈال دیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ وہ اپنے آپ کو بے ہوش پوز کرنا چاہتا تھا کہ وہ اگر کار سے باہر نکلا یا مجرموں کو شک پڑ گیا تو کہیں وہ مشین گن کا نشانہ نہ بن جائے۔

کار رکتے ہی دو آدمی بڑی تیزی سے باہر نکلے۔ ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں موجود تھیں۔ وہ سیدھے کار کے قریب آئے۔ انہوں نے ایک نظر کیپٹن شکیل پر اور پچھلی سیٹ پر پڑے ہوئے عمران پر ڈالی۔ جب انہیں یقین ہو گیا کہ وہ دونوں بے ہوش ہیں تو انہوں نے مڑ کر عمارت کی طرف اشارہ کیا۔ چند لمحوں بعد وہ سیاہ کار تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔

ان کے تھوڑی دور جاتے ہی کیپٹن شکیل سیدھا ہوا۔ ابھی وہ اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ اسے پشت پر عمران کی آواز سنائی دی۔

"پنچھی اڑ گئے کیپٹن صاحب، اب کیا سوچ رہے ہو۔"
کیپٹن شکیل نے جھٹکے سے سر موڑ کر دیکھا تو عمران سیٹ پر سیدھا ہوا بیٹھا تھا۔ شاید کار ٹکرانے سے جو دھکا لگا تھا اس سے وہ ہوش میں آگیا تھا۔

"مقدر تھا عمران صاحب کہ ہم بچ گئے ورنہ انہوں نے اپنی طرف سے تو کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔" کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

90

بے وقوف تھے دوست، اگر ان کی جگہ میں ہوتا تو تمہاری نبض پر ہاتھ رکھ کر ایک دفعہ ضرور دیکھتا۔" عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔
ابھی وہ باتیں کر رہے تھے کیپٹن کیپٹن شکیل چونک پڑا کیونکہ اسے بیک مرر میں دور صفدر کی کار پوری رفتار سے آتی نظر آئی۔

"صفدر آ رہا ہے۔" کیپٹن شکیل نے کہا۔
"ویری گڈ، اس کا مطلب ہے کہ تمہیں اپنی واچ استعمال کرنے کا خیال آگیا تھا۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
دونوں دروازہ کھول کر باہر نکل آئے۔ چند لمحوں بعد صفدر نے کار ان کے قریب آکر روک دی۔ صفدر کے ساتھ تنویر بھی موجود تھا۔
"کہاں ہیں وہ؟" صفدر نے پوچھا۔

"سیدھے چلو۔" عمران نے پچھلی نشست پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ کیپٹن شکیل بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا اور صفدر نے کار آگے بڑھا دی۔

"معاملہ کیا ہے، ہمیں پتہ تو چلے کونسا کیس ہے؟" صفدر نے پوچھا۔

"ڈلیوری کیس ہے۔ لیڈی ڈاکٹر نے مجبوری ظاہر کر دی ہے کہ بچہ بے حد شریر ہے، باہر آنے سے انکار کر رہا ہے۔" عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا اور تنویر حسبِ توقع بھڑک اٹھا۔ "شٹ اپ، اخلاق سے گرا ہوا مذاق میں برداشت نہیں کر سکتا۔" "اگر تمہیں اتنی ہی تکلیف ہو رہی ہے تو مذاق کو اٹھا کر اخلاق پر رکھ دو۔ اس میں برا منانے یا ناراض ہونے کی کیا بات ہے۔" عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

91

"میں کہتا ہوں خاموش بوجاؤ ورنہ آج میرے ہاتھوں پٹ جاؤ گے۔ پہلے ہی تمہارے سر پر دو گومڑ موجود ہیں تیسرے کا بھی اضافہ بوجائے گا۔" تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "چلو یہ تو اچھا ہوا اس طرح کم از کم شناختی کارڈ پر شناختی نشان لکھوانے میں آسانی ہوگی۔" عمران نے کہا۔ اس سے پہلے کہ تنویر کوئی جواب دیتا صفدر بول پڑا۔ "کار تو کہیں نظر نہیں آرہی۔ ذرا آگے چل کر تو سڑک ختم ہو جائے گی۔"

"سڑک ختم ہو جائے گی تو کیا ہوا، زمین تو ختم نہیں ہوگی۔ چلے چلو جہاں تک جاسکو۔" عمران صفدر پر الٹ پڑا۔

اب بھلا صفدر کیا جواب دیتا، خاموش رہا۔ ابھی کار زیادہ سے زیادہ پانچ چھ سو گز دور گئی ہوگی کہ عمران نے صفدر کو کار روکنے کے لئے کہا۔ صفدر نے کار روک دی اور عمران نیچے اتر آیا۔ اس

نے سڑک کے کنارے ایک لمحے کے لئے جھک کر دیکھا اور پھر ان سب کو نیچے اترنے کے لئے کہا۔
"یہ سڑک تو شیشہ فیکٹری کو جاتی ہے۔" کیپٹن شکیل نے کہا۔
"ہاں یہی ہماری مطلوبہ جگہ ہے، کار ادھر ہی گئی ہے۔" عمران نے کہا اور پھر سب کار سے باہر نکل آئے۔
"صفدر کار کنارے پر کھڑے کر دو اور ہمارے پیچھے چلے آؤ۔"
عمران نے صفدر سے ہو کر کہا اور پھر تنویر سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔
"تنویر تمہارے ہاتھ میں واچ ٹرانسمیٹر ہے، یہ مجھے دے دو۔"
عمران کا لہجے بے حد سنجیدہ تھا۔ اس لئے تنویر نے خاموشی سے گھڑی اتار کر اس کے ہاتھ میں پکڑا دی۔ عمران نے گھڑی ہاتھ پر باندھتے ہوئے کیپٹن شکیل سے کہا۔

92

"میں اندر جاؤں گا اور جیسے ہی میری طرف سے کاشن ملے تم نے فیکٹری پر دھاوا بول دینا ہے۔ آج اتوار ہے اور فیکٹری بند ہوگی۔ اس لئے زیادہ مزاحمت نہیں ہوگی۔ اسلحہ کار میں موجود ہوگا۔ سب کو مسلح ہونا چاہیئے۔" کیپٹن شکیل کو ہدایات دیتے ہوئے عمران تیزی سے شیشہ فیکٹری کی طرف مڑ گیا اور وہ لوگ کار میں سے اسلحہ نکالنے لگ گئے۔

سب سے پہلے ڈی-ون کو ہوش آیا۔ ہوش میں آتے ہی وہ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا پھر اس نے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر ڈی-ٹو اور ڈی-تھری کو بھی ہوشیار کر دیا۔
 "یہ سب کچھ کیسے ہوا ڈی-ون؟ یہ حملہ آور کون تھے؟" ڈی-ٹو نے ہوش میں آتے ہی پوچھا۔
 "معلوم نہیں، بہر حال وہ فارمولا لے گئے ہیں اور ہماری اب تک کی محنت ضائع ہو گئی ہے۔ ہمیں ہر حال میں فوری طور پر وہ فارمولا واپس لینا ہے۔" ڈی-ون نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ پھر اس نے ڈی-تھری سے مخاطب ہو کر کہا۔
 "ڈی-تھری لیبارٹری میں جاؤ اور چیک کرو اگر فوٹو پوائنٹس نے ان کے فوٹو

93

لئے ہوں تو انہیں فوراً تیار کر کے لے آؤ۔ تاکہ صحیح اندازہ ہوسکے کہ حملہ آور کون ہیں۔" ڈی-تھری سر ہلاتے ہوئے کمرے سے باہر چلی گئی۔
 "اس کا مطلب ہے معاملہ ابھی ختم نہیں ہوا۔" ڈی-ٹو نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
 "معاملے اتنی جلدی ختم نہیں ہوا کرتے، بہر حال مجھ سے غلطی ہوئی۔ ہم اطمینان میں مارے گئے۔ اگر میں آتے ہی فارمولے کو جلا دیتا تو تمام معاملہ ہی ختم ہوجاتا۔" ڈی-ون نے کہا۔
 ڈی-ٹو خاموش رہا۔ کافی دیر تک کمرے میں خاموشی رہی اور پھر ڈی-تھری بھاگتی ہوئی اندر آئی اور اس نے تین فوٹو کاپیاں ڈی-ون کے ہاتھوں میں پکڑاتے ہوئے کہا۔
 "تین آدمیوں کے فوٹو ہیں۔"

ڈی-ون نے غور سے ان فوٹوؤں کو دیکھنا شروع کر دیا۔ تینوں کی شکلیں صاف نظر آرہی تھیں۔ وہ تینوں غیر ملکی تھے۔ ڈی-ٹو بھی غور سے ان فوٹوؤں کو دیکھ رہا تھا۔ اچانک وہ چونک پڑا۔ "ڈی-ون یہ آدمی امپیریل گلاس فیکٹری سے تعلق رکھتے ہیں۔" ڈی-ٹو نے پراسرار لہجے میں کہا۔ اس کی بات پر ڈی-ون اور ڈی-تھری چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ "آپ نے دیکھا نہیں، انہوں نے جو لباس پہنے ہوئے ہیں ان پر امپیریل کا مخصوص نشان بنا ہوا ہے اور لباس پر آپ کو یہ چھوٹے چھوٹے نشان نظر آرہے ہیں یہ شیشے کے ذرات کا رفلیکشن ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لباس امپیریل

94

گلاس فیکٹری کے مزدوروں کا ہے۔" ڈی-ٹو نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔ "ویری گڈ آئیڈیا ڈی-ٹو۔ مجھے تمہاری ذہانت پر ناز ہے۔" ڈی-ون نے اٹھ کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "اب کیا پروگرام ہے؟" ڈی-تھری نے پوچھا۔ "چلو امپیریل گلاس فیکٹری چلتے ہیں۔ آج اتوار ہے فیکٹری تو بند ہوگی لیکن مجرم یقیناً وہاں موجود ہوں گے۔ اگر ہم نے فوری چھاپہ مارا تو فورمولا ملنے کی امید ہے، ورنہ نہیں۔" ڈی-ون نے کہا۔ "ہمیں نئے میک اپ کرلینے چاہیئیں۔" ڈی-تھری نے تجویز پیش کی۔ "ہاں نئے میک اپ کرلو اور سب کو مسلح ہونا چاہیئے اور یہ سن لو کہ ہم نے ہر قیمت پر وہ فارمولا حاصل کرنا ہے چاہے اس کے لئے ہمیں اپنی جان ہی کیوں نہ دینا پڑے۔" ڈی-ون نے انہیں ہدایات

دیتے ہوئے کہا اور پھر وہ نئے میک اپ میں کار میں بیٹھ کر باہر نکل گئے۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں ایک میز کے پیچھے بھاری جبروں والا ایک غیر ملکی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں میں چیتے کی سی چمک تھی۔ چہرے پر زخموں کے اتنے نشان تھے کہ ان کی

تعداد گننا آسمان کے ستارے شمار کرنے کے برابر تھا۔ میز کی دوسری طرف چار خالی کرسیاں پڑی تھیں۔

بھاری جبڑوں والے غیر ملکی کی نظریں دیوار پر لگی ہوئی روشن سکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ سکرین پر ایک سیاہ رنگ کی کار دوڑتی ہوئی صاف نظر آرہی تھی اور اس سے تھوڑی ہی دور گہرے سرخ رنگ کی سپورٹس کار بھی اس کی نظروں میں تھی۔ کالونی کے آخری چوک سے جب سیاہ رنگ کی کار فیکٹری ایریا کی طرف مڑی اور اس سے تھوڑی ہی دیر جب وہ سپورٹس کار بھی ادھر ہی مڑ گئی تو غیر ملکی کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ رینگنے لگی۔ وہ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے میز پر رکھے ہوئے سیاہ رنگ کے مائیکرو فون کا بٹن آن کر دیا اور اپنی بھاری بھرکم آواز میں کہنے لگا۔

"بیلو ممبرز! بلیک ڈاگ سپیکنگ اوور۔"

96

"یس باس مارون سپیکنگ فرام دس اینڈ اوور۔" دوسری طرف سے مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"مارون تمہارا تعاقب ہو رہا ہے، سرخ رنگ کی سپورٹس کار شروع سے تمہارے پیچھے ہے اوور۔" بلیک ڈاگ نے سخت لہجے میں کہا۔

"یس سر میں نے ابھی ابھی چیک کیا ہے۔ صرف آپ کی طرف سے کنفرمیشن کا انتظار تھا اوور۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔

"تو سنو، راستے میں ایک ویران عمارت آتی ہے کار اس کے اندر لے جانا اور خود اس کی چھوٹی دیوار سے پچھلی کار پر فائر کھول دینا اوور۔" بلیک ڈاگ نے انہیں ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر اوور۔" مارون نے جواب دیا۔

"اور اینڈ آل۔" بلیک ڈاگ نے کہا اور پھر بٹن آف کر دیا۔ اب پھر اس کی نظریں سکرین پر جم گئیں۔

تھوڑی دیر بعد وہ سیاہ رنگ کی کار ایک عمارت میں چلی گئی اور پھر جیسے ہی سپورٹس کار عمارت کے قریب آئی، عمارت کی دیوار سے اس پر فائرنگ شروع ہو گئی اور پھر اس نے کار کو لڑکھڑا کر عمارت کی دیوار سے ٹکراتے ہوئے دیکھا۔ کار کا اگلا حصہ بری طرح تباہ ہو گیا تھا۔

عمارت سے دو آدمی باہر نکلے۔ انہوں نے کار کے اندر جھانکا اور پھر عمارت کی طرف مڑ گئے۔ سیاہ رنگ کی کار عمارت سے نکلی، وہ دونوں اس میں سوار ہوئے اور کار تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ تھوڑی دیر تک تو پچھلی کار نظر آتی رہی اور پھر وہ سکرین سے غائب ہو گئی کیونکہ کار میں موجود ویژن آئی کی رینج صرف

97

پانچ سو گز تک تھی۔

سیاہ رنگ کی کار جب شیشہ فیکٹری کی بائی روڈ پر پہنچی تو بلیک ڈاگ نے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ اس کے ساتھ ہی دیوار پر لگی ہوئی سکرین تاریک ہو گئی۔

بلیک ڈاگ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔

ابھی اسے بیٹھے ہوئے چند ہی لمحے ہوئے ہوں گے کہ اچانک کمرے میں تیز سیٹی کی آواز گونجنے لگی۔ بلیک ڈاگ چونک کر سیدھا ہو گیا۔ اس نے میز کی دراز کھول کر اس میں سے ایک چھوٹا سا ڈبہ نکالا اور اس میں سے ایک راڈ کھینچ کر اوپر کی اور ایک بٹن دبا دیا۔ سیٹی کی آواز پر ایک مردانہ آواز غالب آگئی۔

"بیلو، بیلو، رابندر سپیکنگ اوور۔"
 "یس بلیک ڈاگ سپیکنگ اوور۔" بلیک ڈاگ نے سپاٹ لہجے میں جواب
 دیا۔
 "بلیک ڈاگ مشن کا کیا بنا۔ کافی دن ہو گئے ہیں تمہاری طرف سے
 کوئی رپورٹ نہیں اوور۔" دوسری طرف سے سوال کیا گیا۔
 "ہم کامیاب ہو گئے ہیں۔ فارمولا تھوڑی دیر میں مجھ تک پہنچنے والا
 ہے اوور۔" بلیک ڈاگ نے پرمسرت لہجے میں کہا۔
 "ویری گڈ! جیسے ہی فارمولا ملے فوراً تم واپس آنے کی کرنا۔
 کہیں گڑبڑ نہ ہو جائے اوور۔" رابندر نے کہا۔
 "میری موجودگی میں گڑبڑ کا امکان باقی نہیں رہتا۔ بلیک ڈاگ واردات
 ہی اس طرح کرتا ہے کہ گڑبڑ ہو ہی نہیں سکتی اوور۔" بلیک ڈاگ
 نے فخریہ لہجے میں کہا۔

98

"تمہاری بات ٹھیک ہے بلیک ڈاگ مگر تم پہلی بار اس ملک میں کسی
 مشن پر گئے ہو۔ دراصل اس ملک کی سیکرٹ سروس اور خاص
 طور پر ایک آدمی علی عمران اتنا خطرناک ہے کہ اچھے اچھے
 مجرم اس کا نام آتے ہی کانوں پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں اوور۔" رابندر
 نے اسے بتلاتے ہوئے کہا۔
 "مجھے تم نے پہلے ہی بتلایا تھا مگر میں نے یہاں آکر چکر ہی
 ایسا چلایا ہے کہ سیکرٹ سروس کو اس واردات کا ابھی تک علم ہی
 نہیں ہے۔ ظاہر ہے پھر گڑبڑ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اوور۔" بلیک
 ڈاگ نے جواب دیا۔

"یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اتنی بڑی واردات ہوجائے اور سیکرٹ سروس کو علم نہ ہو سکے۔ ایسا ناممکن ہے اوور۔" رابندر نے حیرت سے پُر لہجے میں کہا۔

"ہاں بس اس دفعہ اتفاق ہی ہوگیا۔ مختصر طور پر اتنا سن لو کہ جب میں یہاں آیا تو پہلے ہی دن میں نے ایک ہوٹل کے کین میں دو آدمیوں اور ایک لڑکی کی باتیں سن لیں۔ وہ اس فارمولے کو اڑانے کے چکر میں تھے۔ انہوں نے اس کے لئے جو پروگرام بنایا تھا وہ بے حد اچھا تھا۔ مجھے یقین ہوگیا تھا کہ وہ ضرور اس پروگرام میں کامیاب ہوجائیں گے۔ چنانچہ میں نے خود کاروائی کرنے کی بجائے ان کی نگرانی شروع کردی۔ آج وہ جیسے ہی فارمولا حاصل کرکے اپنی رہائش گاہ پر آئے تو میرے تین آدمیوں نے انہیں گیس سے بے ہوش کرکے فارمولا ان سے حاصل کرلیا۔ میرے آدمی فارمولے سمیت میرے پاس پہنچنے والے ہی ہیں اوور۔" بلیک ڈاگ نے اسے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے اس کا مطلب ہے تم مقدر کے دھنی ہو جو اتنے آرام سے فارمولا حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ بہر حال اتنا خیال رکھنا، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم خوش فہمی میں رہو اور عین موقع پر گڑ بڑ ہوجائے اوور۔" رابندر نے کہا۔

99

تم بے فکر رہو فارمولا کل تمہارے پاس پہنچ جائے گا اوور۔" بلیک ڈاگ نے اعتماد سے پُر لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے میں منتظر رہوں گا اوور اینڈ آل۔" رابندر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہوگیا۔

بلیک ڈاگ نے بٹن بند کر کے راڈ تہہ کی اور ڈبہ دراز میں رکھ کر دراز بند کر دی۔ ابی دراز بند کیے چند لمحے ہی گزرے ہوں گے کہ دروازے کے اوپر لگا ہوا بلب جلنے بجھنے لگا۔

بلیک ڈاگ نے میز کی سائیڈ پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا اور بلب بجھ گیا۔ اس کے ساتھ ہی دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ دروازہ کھلتے ہی

دو غیر ملکی اندراگئے۔ ان کے اندر آتے ہی دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔

دونوں نے اندر آتے ہی سر جھکا کر بلیک ڈاگ کو سلام کیا اور پھر مؤدبانہ انداز میں کھڑے ہو گئے۔

"فارمولا کہاں ہے؟" بلیک ڈاگ نے سخت لہجے میں پوچھا۔
ان میں سے ایک نے جہب میں ہاتھ ڈالا اور پھر ایک کاغذ نکال کر بلیک ڈاگ کے سامنے رکھ دیا۔

بلیک ڈاگ چند لمحوں تک بغور کاغذ کو دیکھتا رہا پھر اس نے کچھ سوچتے ہوئے میز کے کنارے پر لگے ہوئے مختلف بٹنوں میں سے ایک بٹن دبایا اور میز کی سطح کا ایک ٹکڑا ڈھکن کی طرح اوپر اٹھ گیا۔ اندر انٹر کام موجود تھا۔ بلیک ڈاگ نے انٹر کام کا بٹن دبایا اور پھر کہنے لگا۔

"سوشیل کو میرے پاس بھیج دو۔" یہ کہہ کر اس نے بٹن آف کر دیا اور پھر ڈھکن ایک جھٹکے سے بند کر دیا۔

100

چند لمحوں بعد دروازے پر موجود بلب ایک بار پھر جلنے بجھنے لگا۔ بلیک ڈاگ نے بٹن دبا دیا۔ دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا اور ایک ادھیڑ عمر شخص اندر داخل ہوا۔ اس کے اندر آتے ہی دروازہ ایک بار پھر بند ہو گیا۔

"سوشیل یہ فارمولا ہے۔ اسے چیک کر لو کہ آیا یہ وہی فارمولا ہے یا نہیں۔" بلیک ڈاگ نے اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا اور پھر کاغذ اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ فارمولے کا نام سن کر سوشیل کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ اس نے کاغذ ہاتھ میں پکڑا اور کرسی پر بیٹھ کر اسے دیکھنے لگا۔

ابھی اس نے فارمولے کی پہلی سطر پر ہی نظریں دوڑائی ہوں گی کہ اچانک دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور دوسرے لمحے کمرہ مشین گن کے قہقہوں سے گونج اٹھا۔

عمران تیز تیز قدم اٹھاتا گلاس فیکٹری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ گلاس فیکٹری کی وسیع و عریض عمارت تھوڑی دیر بعد ہی شروع ہوجاتی تھی۔ اس کا مین گیٹ بند تھا اور اتوار ہونے کی وجہ سے چونکہ فیکٹری بند تھی اس لئے فیکٹری پر مکمل سکوت طاری تھا۔ عمران فیکٹری کی دیوار سے ہوتا ہوا شمالی طرف بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ فیکٹری کے اس حصہ کی طرف پہنچ گیا جدھر فیکٹری

101

کے دفاتر تھے۔ اسے یقین تھا کہ مجرم انہی دفاتر میں سے کسی کمرے پر قبضہ جمائے ہوئے ہوں گے۔ فیکٹری کی دیوار خاصی بلند تھی اور اس پر شیشے کے ٹکڑے لگے ہوئے تھے۔ عمران نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر آگے بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد وہ رک گیا۔ یہاں دیوار کی جڑ کے ساتھ گلاس فیکٹری کے اندر سے آنے والے گندے پانی کا حوض موجود تھا۔ جہاں سے پانی کراس کرتا تھا وہاں لوہے کی سلاخیں دیوار میں جڑی ہوئی تھیں۔ عمران حوض میں اتر گیا اور سلاخوں پر روز لگانا شروع کردیا مگر سلاخیں مضبوطی سے جڑی ہوئی تھیں۔

عمران سیدھا ہوا اور پھر اس نے رسٹ واچ کا ونڈ بٹن کھینچا اور رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔
"بیلو کیپٹن شکیل میں عمارت کی شمالی طرف ہوں۔ تم سب اس طرف آجاؤ اور کار سے کراسنگ روپ بھی لیتے آنا۔ میرے لئے ایک مشین گن بھی اور تم سب کو بھی مشین گنوں سے مسلح ہونا چاہیئے اوور۔" عمران نے کہا۔

"بہتر جناب ہم ابھی پہنچ رہے ہیں اوور۔" کیپٹن شکیل کی آواز سنائی دی۔

"اوور اینڈ آل۔" عمران نے جواب دیا اور بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔

پھر وہ حوض کے کناروں پر ہی پیر جما کر بیٹھ گیا۔ اس طرح وہ دور سے نظر نہ آسکتا تھا سوائے اس کے کہ کوئی شخص قریب آکر دیکھتا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کیپٹن شکیل، صفدر اور تنویر کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ عمران دور ہی سے ان کے چہروں پر ثبت حیرت کے تاثرات بخوبی دیکھ رہا تھا۔ حیرت کی وجہ بھی وہ سمجھ رہا تھا۔ وہ عمران کو غائب پا کر حیران ہو رہے تھے۔ جب وہ قریب آئے تو عمران حوض سے نکل آیا اور وہ چونک کر آگے بڑھ آئے۔ کیپٹن شکیل کی اپنی مشین گن اس

102

کی بغل سے لٹکی ہوئی تھی۔ ایک اور مشین گن اس نے ہاتھ میں سنبھال رکھی تھی۔ وہ مشین گن اس نے عمران کی طرف بڑھا دی۔ عمران نے مشین گن بغل میں لٹکا لی اور کیپٹن شکیل سے کراسنگ روپ مانگی۔ کیپٹن شکیل نے کراسنگ روپ کا گچھا اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اس کے سرے پر ایک چھوٹا سا آنکڑہ فٹ تھا اور اس میں موٹی موٹی گانٹھیں بنی ہوئی تھیں۔ عمران نے اس کا سرا پکڑ کر آنکڑے والا سرا دیوار کی طرف اچھال دیا پہلی دفعہ ہی آنکڑے کے تیز بازو دیوار کے رخنوں میں جم گئے۔ عمران نے اس کا جھٹکا دے کر اس کی مضبوطی کا اندازہ کیا۔ پھر اس نے اپنا کوٹ

اتار کر منہ میں تھاما اور رسی کے ذریعے تیزی سے اوپر چڑھتا چلا گیا۔ دیوار کے سرے کے قریب پہنچ کر اس نے ایک ہاتھ سے رسی تھامی اور دوسرے ہاتھ سے منہ میں لٹکا ہوا کوٹ تھام کر دیوار کے سرے پر موجود شیشوں پر ڈال دیا اور پھر کوٹ پر چڑھ گیا۔ ایک لمحے کے لئے اس نے دوسری طرف دیکھا اور پھر پیروں کے بل چھلانگ لگا دی۔ اس کے کودنے سے ہلکا سا دھماکہ ہوا اور پھر خاموشی چھا گئی۔ دوسرے لمحے صفدر نے رسی تھامی اور پھر وہ بھی عمران کی پیروی کرتے ہوئے دوسری طرف پہنچ گیا۔ پھر تنویر دوسری طرف کودا اور سب سے آخر میں کیپٹن شکیل دیوار پر چڑھا۔ اس نے رسی اٹھا کر اسے مخصوص انداز میں جھٹکا دیا اور آنکڑے کے دونوں بازو دیوار سے علیحدہ ہو گئے۔ اس نے آنکڑے کو باہر کی طرف اچھال دیا۔ اس بار بیرونی دیوار سے جیسے ہی آنکڑہ پھنسا اس نے رسی تھام کر دیوار سے اترنا شروع کر دیا۔ وہ عمران کا کوٹ بھی اٹھا کر نیچے لیتا آیا۔ نیچے پہنچ کر اس نے کوٹ عمران کے ہاتھ میں پکڑا دیا اور خود رسی کو مخصوص انداز میں جھٹکا دے کر ڈھیلا کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد رسی ڈھیلی ہو گئی اور اس نے جھٹکا دے کر آنکڑے کو اس طرف اچھال دیا پھر اس نے پھرتی سے رسی لپیٹی اور اسے اپنی بیلٹ کے ساتھ اٹکا لیا۔

103

"ادھر تو مکمل خاموشی ہے، ہم شاید غلط جگہ پر آگئے ہیں۔" صفدر نے عمران سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔
 "اور کیا، بھلا عمران کو الہام ہوتا ہے کہ مجرم اس شیشہ فیکٹری میں موجود ہیں۔ یہ تو ہم پر رعب جمانے کے لئے اچھل کود کر رہا ہے۔" تنویر نے طنزیہ لہجے میں منہ بناتے ہوئے کہا۔
 عمران مسکرا دیا مگر کوئی جواب دینے کی بجائے اس نے تیزی سے آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ وہ تینوں بھی اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ ان کا رخ دفاتر کی طرف تھا جہاں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ پوری فیکٹری میں کہیں کسی آدم زاد کا سایہ تک

نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ چاروں دیوار کے ساتھ ہوتے ہوئے دفاتر کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ تمام دفاتر کو تالے لگے ہوئے تھے۔ عمران نے ماسٹر کی مدد سے تمام تالے کھول کر کمروں کو چیک کیا مگر کہیں بھی اسے کوئی ایسے آثار نظر نہ آئے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ مجرم یہاں موجود ہیں یا موجود رہے ہیں۔ اب تو عمران کو بھی اپنے اندازے کے متعلق سوچنا پڑ گیا۔ ویسے وہ دل ہی دل میں حیران بھی تھا کیونکہ اس نے جو اندازہ لگایا تھا اسے غلط نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ جب دیوار سے مجرم اس پر کودے تھے تو اس نے ان کے لباس پر امپیریل کا نشان بخوبی دیکھ لیا تھا۔ جب سے ہوش آیا تو اس نے اپنے لباس پر شیشے کے ذرات چمٹے ہوئے دیکھے۔ سیاہ رنگ کی کار جس طرف گئی تھی اس طرف صرف امپیریل گلاس فیکٹری ہی موجود تھی۔ اسی سے اندازہ لگایا تھا کہ مجرموں کا تعلق امپیریل گلاس فیکٹری سے ہے مگر یہاں آکر وہ کچھ اور ہی محسوس کر رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی غلط جگہ پر آ گیا ہو۔ ہر طرف ہو کا عالم تھا۔

104

بہر حال تمام فیکٹری انہوں نے چھان ماری مگر کوئی ایسے آثار انہیں نظر نہیں آ رہے تھے جن سے وہ مجرموں کا سراغ لگا سکتے نہ ہی انہیں وہاں سیاہ رنگ کی کار نظر آئی تھی۔
 "میرا خیال ہے ہمیں واپس چلنا چاہیئے۔ یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔"
 صفدر نے مایوسانہ لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔
 "مجرم آئے تو ادھر ہی ہیں۔ آخر وہ کہاں جاسکتے ہیں۔" عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔
 "آخر تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ مجرم ادھر آئے ہیں۔ ہمیں کچھ پتا بھی تو چلے۔" تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا، اچانک انہیں اپنے پیروں کے نیچے ہلکا سا کھٹکا محسوس ہوا۔ پھر انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے نیچے گولیاں چل رہی ہوں۔ عمران سمجھ گیا کہ دفاتر کے نیچے تہہ خانے موجود ہیں۔ اسے بے اختیار اپنی کھوپڑی پر غصہ آنے لگا جسے اب زنگ لگنا چلا جا رہا تھا۔

عمران کچھ دیر وہاں کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ وہ عمارت کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اس نے ان تینوں کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور پھر تیزی سے فیکٹری کی دیوار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ "ادھر کدھر؟" کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

"ہم واقعی غلط جگہ آگئے ہیں۔ اس کے نیچے تہہ خانے ہیں اور عمارت کا محل وقوع بتا رہا ہے کہ ان کا راستہ فیکٹری کے اندر سے نہیں ہے فیکٹری کے باہر سے ہے۔" عمران نے کہا اور پھر وہ کراسنگ روپ کے ذریعے دیوار پار کر کے باہر نکل آئے۔ "میرے پیچھے آؤ۔" عمران نے کہا اور پھر وہ فیکٹری کی پشت کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

ڈی-ون نے کار بڑی تیز رفتاری سے نکالی اور پھر اس نے ایکسیلیٹر پوری قوت سے دبایا۔ اس کی کار آندھی اور طوفان کی طرح اڑتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔ کالوں کے چوک سے وہ دائیں طرف مڑنے کی بجائے فیکٹری کی پشت کی طرف جانے والی سڑک پر چڑھ گیا۔ ڈی-تھری اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی جبکہ ڈی-ٹو پچھلی سیٹ پر براجمان تھا۔

"فیکٹری کی طرف تو سڑک ادھر سے جاتی ہے۔" ڈی-ٹو نے چوک کراس بوتے ہی ڈی-ون سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مجھے معلوم ہے مگر اس طرف جانے کی بجائے ہم فیکٹری کی پشت کی طرف سے اندر داخل ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ مجرم چوکنے ہوں گے اس لئے سامنے کی طرف یقیناً ان کا پہرہ ہوگا۔" ڈی-ون نے جواب دیا۔

"چوکنے ہوں گے تو پشت کی طرف کونسی خالی ہوگی۔" ڈی-ٹو نے کہا۔

"خالی تو نہیں ہوگی مگر اس طرف موٹر ورکشاپ ہے جو آج بند ہوگی۔ وہاں سے ہم آسانی سے اندر داخل ہو سکتے ہیں۔ کوئی آڑ تو ہوگی۔ سامنے تو سپاٹ دیوار ہے۔"

106

ڈی-ون نے جواب دیا اور ڈی-ٹو خاموش ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ تینوں فیکٹری کی پشت پر پہنچ گئے۔ انہوں نے کار ایک گلی میں روکی اور پھر وہ تینوں نیچے اتر کر عمارت کی طرف بڑھنے لگے۔ موٹر ورکشاپ میں کافی کاریں کھڑی تھیں۔ وہ تینوں ورکشاپ کی دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہوئے اور پھر ڈی-ون نے انہیں وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور خود کاروں کی آڑ لیتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ جلد ہی وہ ورکشاپ کی عمارت کے دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ یہ عمارت ایک کافی بڑے کمرے پر مشتمل تھی

جس کا دروازہ بند تھا۔ ڈی-ون نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر تیزی سے دروازے کو اندر کی طرف دبایا مگر دروازہ لاکڈ تھا۔ اس نے پھرتی سے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک تار نکالی اور دوسرے لمحے وہ اس تار کے ذریعے دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے دروازے کو دبایا اور پھر اچھل کر دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔

اس کے اندر داخل ہوتے ہی ڈی-ٹو اور ڈی-تھری بھی اندر آگئے۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا جس میں ایک آفس کا فرنیچر موجود تھا۔ "اب اس کمرے سے دوسری طرف کیسے جائیں گے؟" ڈی-تھری نے ڈی-ون سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"ابھی دیکھتی جاؤ میں پورا انتظام کر کے آیا ہوں۔ ڈی-ون نے کہا اور پھر اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر برمے نما ایک چھوٹا سا آلہ نکالا۔ آلے کی نال کے ساتھ ایک چھوٹا سے ڈبہ فٹ تھا۔ ڈی-ون نے ڈبے کے کونے میں لگا ہوا ایک بٹن دبایا اور برمے کی نال سے فولاد کی ریتی نما ایک باریک تار باہر نکل کر تیزی سے گھومنے لگی۔ ڈی-ون وہ برما لئے اس دیوار کی طرف بڑھ گیا جو فیکٹری اور ورکشاپ کی مشترکہ دیوار تھی۔ اس نے اس تار کے سرے کو

107

دیوار کے ساتھ لگایا۔ دوسرے لمحے زائیں زائیں کی آواز ہوئی اور وہ فولادی تار سیمنٹ کی مضبوط دیوار میں گھستی چلی گئی۔ ڈی-ون نے ہاتھ کو آہستہ سے نیچے حرکت دی اور تار نے سیمنٹ کے بلاکس کو اس طرح کاٹنا شروع کر دیا جیسے صابن کو تار کاٹتی ہے۔ ابھی اس نے دیوار کو چند انچ ہی کاٹا ہوگا کہ اچانک کمرے کے ایک کونے میں کھٹکا ہوا اور ڈی-ون نے پھرتی سے آلے کا بٹن بند کر دیا۔ پھر وہ تینوں سانپ کی سی تیزی سے فرنیچر کی آڑ میں ہو گئے۔

ایک لمحے بعد اس کونے سے فرش کا ایک ٹکڑا خود بخود اپنی جگہ سے ہٹتا چلا گیا۔ اب وہاں سے نیچے جاتی ہوئی سیڑھیاں صاف نظر آرہی تھیں۔ چند لمحوں بعد ایک آدمی کا سر فرش سے ابھرا اور پھر آہستہ آہستہ وہ بابر فرش پر چڑھ آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک سٹین گن موجود تھی۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا دروازے کی طرف بڑھا اور پھر دروازہ کھول کر بابر نکل گیا۔

اس کے بابر جاتے ہی ڈی-ون پنچوں کے بل تیزی سے آگے بڑھا اور پھر سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ ڈی-ٹو اور ڈی-تھری نے بھی اس کی پیروی کی۔ جب ڈی-تھری سیڑھیوں سے نیچے اتری، اسی لمحے دروازہ ایک بار پھر کھلنے کی آواز سنائی دی مگر اس کا سر اس وقت فرش سے نیچے تھا۔

وہ تینوں بڑی احتیاط سے سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے گئے۔ سیڑھیوں کے اختتام پر ایک دروازہ تھا جس میں موجود درز سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کھلا ہوا ہے۔ ڈی-ون نے دروازے کو دبایا اور پھر تیزی سے دروازہ کھول کر دوسری طرف رینگ گیا۔ یہ ایک خاصی بڑی گیلری تھی۔ جیسے ہی ڈی-ٹو کے بعد ڈی-تھری بھی دروازے سے اندر آئی، ڈی-ون نے انہیں سائیڈ میں چھپ کر کھڑے ہونے کا اشارہ کیا اور خود بھی دروازے کی اوٹ میں ہو گیا۔ انہیں اس آدمی کے سیڑھیاں اترنے

108

کی چاپ صاف سنائی دے رہی تھی۔ جب وہ آدمی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا، ڈی-ون نے اچانک اس پر جھپٹا مارا۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا، ڈی-ون ایک ہاتھ اس کے منہ پر اور دوسرا اس کی گردن میں حائل کرچکا تھا۔ ڈی-ون نے بازو کو زور سے جھٹکا دیا اور جدوجہد کی کوشش کرتے ہوئے آدمی نے یکدم جدوجہد ختم کردی۔ اس کی گردن کی ہڈی ایک تڑاخے سے ٹوٹ چکی تھی۔ ڈی-ون نے اسے پھرتی سے ایک طرف لٹا دیا اور پھر ان دونوں کو پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ گیلری کے اختتام

پر ایک اور دروازہ تھا۔ ڈی-ون نے بڑی آسانی سے وہ دروازہ کھول لیا اور پھر ایک لمحے کے لئے اندر جھانکا۔ یہ ایک چھوٹا سا برآمدہ تھا جس میں تین کمروں کے دروازے تھے۔ برآمدے میں ایک بھی فرد موجود نہیں تھا۔ وہ تینوں تیزی سے پنچوں کے بل چلتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ ابھی انہوں نے چند قدم ہی اٹھائے تھے کہ اچانک گیلری کا سب سے آخری دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر کا آدمی اس میں سے نکل کر تیزی سے ان کی طرف آنے لگا۔ اس کے انداز سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اسے بے حد جلدی ہو۔ وہ تینوں دیوار کے ساتھ چمٹے ہوئے تھے۔ برآمدے کے آخری کونے میں ایک چھوٹا سا بلب موجود تھا لیکن اس کی روشنی خاصی کمزور تھی۔ ادھر ان تینوں نے سیاہ رنگ کے لباس پہنے ہوئے تھے اس لئے برآمدے میں ان کی موجودگی بطور خاص دیکھنے کے علاوہ محسوس نہیں ہوتی تھی۔ اس کے باوجود وہ اس آدمی سے نیپٹے کے لئے پوری طرح تیار تھے مگر وہ آدمی آگے آنے کی بجائے قریب ہی ایک دروازے کے سامنے رک گیا۔ اس نے دروازے کے کونے کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا کر ایک جگہ کو انگلی سے دبایا اور پھر رک گیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھل گیا اور وہ اندر داخل ہو گیا۔ اس کے اندر

109

جاتے ہی دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ دروازہ بند ہوتے ہی ڈی-ون تیزی سے آگے بڑھا اور ان دونوں نے اس کی پیروی کی۔ ڈی-ون اس دروازے کے سامنے جاکر رک گیا اور دروازے کے ساتھ اپنے کان لگا دیئے۔ دوسرے لمحے وہ چونک کر سیدھا ہو گیا کیونکہ دوسری طرف سے اسے لفظ "فارمولا" سنائی دیا تھا۔ اس نے ان دونوں کو مخصوص انداز میں اشارہ کیا اور پھر ان دونوں نے اپنی مشین گنیں سیدھی کر لیں۔ ڈی-ون تیزی سے پیچھے ہٹا اور پھر پوری قوت سے آگے بڑھ کر اس نے اپنے

کاندھے سے دروازے کو ٹکر ماری اور دروازہ ایک ہی دھکے سے دھماکے کے ساتھ کھلتا چلا گیا۔

دروازہ کھلتے ہی وہ تینوں اچھل کر کمرے میں داخل ہوئے اور پھر سب سے پہلے ڈی-ٹو کی مشین گن نے قہقہہ لگایا اور گولیاں سیدھی سوشیل کے جسم میں ترازو ہو گئیں۔ بلیک ڈاگ بے حد پھرتیلا نکلا، جیسے ہی دروازہ دھماکے سے کھلا، وہ جھٹکا کھا کر میز کے نیچے ہو گیا اور گولیاں میز کے اوپر سے گزرتی چلی گئیں۔ دوسرے لمحے اس نے پوری قوت سے میز ان کے اوپر اچھال دی۔ اس کے ساتھ ہی کمرے میں موجود مارون اور اس کا ساتھی بھی ان تینوں پر ٹوٹ پڑے۔ ڈی-ٹو تو میز سے ٹکرا کر نیچے گر پڑا جبکہ ڈی-ون کو مارون اور اس کے ساتھی نے چھاپ لیا۔ ڈی-تھری نے بوشیاری سے کام لیا اور جیسے ہی سوشیل گولیاں کھا کر کرسی سے نیچے گرا اس نے چھلانگ لگائی اور اچھل کر اس کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کاغذ کو چھاپ لیا۔ اس سے پہلے کہ وہ سیدھی ہوتی، بلیک ڈاگ نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ ڈی-تھری نے پہلو بچا کر نکلنے کی بے حد کوشش کی مگر بلیک ڈاگ نے بڑی پھرتی سے اس کی گردن پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا اور ڈی-تھری فرش پر پشت کے بل جا گری۔ بلیک ڈاگ نے پوری قوت

110

سے اپنی لات اس کے جبڑے پر مارنی چاہی مگر ڈی-تھری ساپ کی سی تیزی سے ایک طرف ہٹ گئی اور بلیک ڈاگ اپنے ہی زور میں ناچتا ہوا نیچے آگرا۔ اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا، ڈی-ٹو نے بھاری بھرکم میز کے نیچے سے اس پر مشین گن کا فائر کھول دیا۔ اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے بلیک ڈاگ کو گولیوں کی بارش نے بھون کر رکھ دیا۔

ادھر ڈی-ون نے ان دونوں میں سے ایک کو جھٹکے سے ایک طرف اچھالا اور پھر دوسرے کے پیٹ میں اتنی قوت سے مشین گن کی

نال گھوپ دی کہ آدھی سے زیادہ نال اس کے پیٹ میں گھستی چلی گئی۔ اس نے بڑی پھرتی سے خون آلود نال کھینچی اور پھر اپنی طرف چھلانگ لگاتے ہوئے مارون کو گولیوں کی بارش پر رکھ لیا۔ چند ہی لمحوں میں جنگ کا فیصلہ ہو گیا۔ سوشیل، مارون، اس کا ساتھی اور بلیک ڈاگ کمرے میں مردہ پڑے تھے۔ ڈی-تھری نے فارمولے والا کاغذ ابھی تک اپنے ہاتھ میں سنبھالا ہوا تھا۔ ڈی-ٹو کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔ شاید بھاری میز کے کونے نے اس کا سر پھاڑ دیا تھا مگر وہ ہوش و حواس میں تھا اور یہ وہی تھا جس نے بلیک ڈاگ کو بروقت کارروائی کر کے ختم کر دیا تھا۔

"چلو جلدی کرو، باہر نکلو۔" ڈی-ون نے ڈی-تھری کے ہاتھ سے فارمولے کا کاغذ جھپٹتے ہوئے کہا اور پھر وہ تینوں اچھل کر دروازے سے باہر نکل آئے۔ باہر نکلتے ہی انہیں فوری طور پر غوطہ کھا کر زمین کی طرف جھکنا پڑا کیونکہ برآمدے کے دوسرے کونے سے پانچ مسلح مشین گن بردار ادھر آ رہے تھے اور شاید بھاگنے کی وجہ سے ہی ان کا نشانہ خطا ہو گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ دوسرا فائر کرتے، ڈی-ون

111

نے غوطہ لگاتے ہوئے مشین گن کا ٹریگر دبایا۔ ان میں سے تین آدمیوں کو گولیوں نے چاٹ لیا۔ باقی دو اچھل کر سائیڈوں میں ہوئے مگر ڈی-ٹو اور ڈی-تھری نے انہیں بھی فائر کرنے کا موقع نہ دیا۔ ان کی مشین گنوں نے بھی قہقہے برسائے اور وہ دونوں بھی اپنے پہلے ساتھیوں کے ساتھ جا ملے۔

ان کے ختم ہوتے ہی وہ بے تحاشا بھاگتے ہوئے آگے بڑھے اور پھر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر والے کمرے میں آ گئے۔

ڈی-ون نے بیرونی دروازہ کھول کر باہر جھانکا اور پھر مطلع صاف پا کر وہ تیزی سے باہر نکل آیا۔ اس کے پیچھے پیچھے وہ دونوں بھی باہر آگئے اور چند لمحوں بعد وہ بھاگتے ہوئے ورکشاپ کی باؤنڈری کر اس کر گئے۔

باہر نکل کر ایک لمحے کے لئے انہوں نے ادھر ادھر دیکھا پھر وہ تینوں اس طرف بھاگ پڑے جدھر ان کی کار موجود تھی۔ ڈی-ون نے بے حد پھرتی سے دروازہ کھولا اور سٹیرنگ پر بیٹھ گیا۔ باقی دونوں نے بھی بیٹھنے میں بے حد پھرتی دکھائی اور ان کی کار ایک جھٹکا کھا کر آگے بڑھی اور پھر اندھی اور طوفان کی طرح دوڑتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔ گلی سے نکل کر جب وہ سڑک پر آئے تو ڈی-ون نے کار کی رفتار اور بڑھا دی۔ وہ جلد از جلد یہاں سے دور نکل جاتا چاہتے تھے۔ ان کے چہرے پر اطمینان کے آثار نمایاں تھے کیونکہ نہ صرف وہ مجرموں کے اڈے سے صحیح سلامت نکل آنے میں کامیاب ہو گئے تھے بلکہ فارمولا بھی واپس لے آئے تھے۔

عمران اور اس کے ساتھی فیکٹری کی دیوار کراس کر کے جب بھاگتے ہوئے پشت کی طرف بڑھے تو اچانک وہ ٹھٹھک گئے کیونکہ انہوں نے تین سیاہ پوشوں کو ورکشاپ کی دیوار کراس کر کے سامنے گلی کی طرف بھاگتے ہوئے دیکھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتے وہ تینوں برق کی سی تیزی سے بھاگتے ہوئے گلی میں داخل ہو کر ان کی نظروں سے غائب ہو گئے۔

کیپٹن شکیل تم میرے ساتھ آؤ۔ اور باقی تم ورکشاپ کے اندر دیکھو۔" عمران نے تیز لہجے میں ان سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر تیزی سے گلی کی طرف بھاگا۔ کیپٹن شکیل اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ جیسے ہی وہ گلی میں مڑے انہوں نے گلی کے دوسرے کونے سے ایک کار تیز رفتاری سے سڑک پر چڑھتے اور دائیں طرف مڑتی دیکھی۔

"مجرم نکل گئے عمران صاحب۔" کیپٹن شکیل نے بانپتے ہوئے کہا۔ "آؤ میرے ساتھ" عمران نے تیزی سے کہا اور پھر وہ بے تحاشا بھاگتے ہوئے واپس اپنی کار کی طرف بڑھے۔

113

کار فیکٹری سے باہر سڑک پر موجود تھی اس لئے انہیں کار تک پہنچتے پہنچتے خاصی دیر ہو گئی۔

"عمران صاحب اب مجرموں کو پکڑنا مشکل ہے۔" کیپٹن شکیل نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"سٹ اپ، جلدی بیٹھو۔" عمران نے انتہائی غصیلے لہجے میں اسے ڈانٹتے ہوئے کہا اور خود سٹیرنگ پر بیٹھ گیا۔ کیپٹن شکیل نے

ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر نظر ڈالی اور پھر کان دبا کر کار میں بیٹھ گیا۔

عمران کے چہرے پر وحشت ناچ رہی تھی۔ اس نے کار آگے بڑھائی اور پھر اسے اتنی سپیڈ سے دوڑانے لگا کہ کیپٹن شکیل کو یوں محسوس ہوا جیسے عمران پاگل ہو گیا ہو۔

کار پوری سپیڈ میں دوڑتی ہوئی جلد ہی چوک میں پہنچ گئی۔ عمران نے اسے کالونی کی طرف موڑ دیا۔ جلد ہی کار دوبارہ اس کوٹھی کے سامنے پہنچ گئی جہاں وہ پہلے داخل ہونا چاہتا تھا مگر کوٹھی سے نکلنے والے مجرموں نے اسے بے ہوش کر دیا تھا۔

عمران نے کار روکی اور پھر جھپٹ کر باہر نکل آیا۔ دوسرے لمحے وہ دوڑتا ہوا کوٹھی کے پھاٹک کی طرف بڑھا۔ کوٹھی کے پھاٹک پر وہ کسی پھرتیلے بندر کی طرح چڑھتا چلا گیا اور پکل جھپکنے میں دوسری طرف کود گیا۔ کیپٹن شکیل نے بھی اس کی پیروی کی اور جب وہ اندر کودا تو اس نے دیکھا کہ عمران آدھے سے زیادہ لان کراس کر چکا تھا۔

کیپٹن شکیل نے عمران کو پہلی مرتبہ اس طرح ہر خطرے سے بے نیاز ہو کر

114

دیوانہ وار مجرموں کے اڈے میں گھستے دیکھا تھا۔ جب کیپٹن شکیل پورچ کے قریب پہنچا تو عمران عمارت کے اندر داخل ہو چکا تھا۔ کیپٹن شکیل کو پورچ میں وہ کار کھڑی نظر آگئی جس میں مجرم فرار ہوئے تھے۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ عمران صحیح جگہ پر پہنچ گیا ہے۔

برآمدے میں پہنچ کر عمران ایک لمحے کے لئے رکا۔ کیپٹن شکیل بھی اتنے میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ عمران نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کیپٹن شکیل کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پھر دیے پاؤں آگے بڑھتا ہوا برآمدے کے کونے میں موجود ایک دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے میں سے باتوں کی آوازیں آرہی تھیں۔

دروازے کے قریب پہنچ کر عمران نے پوری قوت سے دروازے کو لات ماری اور پھر اچھل کر اندر داخل ہو گیا۔ کیپٹن شکیل بھی دوسرے لمحے اندر داخل ہو گیا۔ اس نے عمران کو ایک سیاہ پوش پر جھپٹتے دیکھا جو ہاتھ میں ایک کاغذ پکڑے لائٹر سے اسے آگ لگانے ہی والا تھا۔

کمرے میں تین سیاہ پوش موجود تھے جن میں سے ایک لڑکی تھی۔ جیسے ہی عمران اس سیاہ پوش پر جھپٹا باقی دو چونک پڑے اور پھر انہوں عمران پر چھلانگ لگا دی۔ عمران کاغذ چھینتا ہوا کمرے کے دوسرے کونے میں پہنچ گیا اور وہ تینوں ایک دوسرے سے ٹکرا کر نیچے فرش پر جا گرے۔

کیپٹن شکیل نے لپک کر ان میں سے ایک کی گردن پکڑی اور اسے پوری قوت سے اچھال کر کمرے کی دیوار سے مارنا چاہا کہ وہ آدمی کسی چونک کی طرح کیپٹن شکیل سے لپٹ گیا۔

ادھر باقی دونوں نے فرش پر سے ہی چھلانگ لگائی اور کسی فٹ بال

کی طرح سیدھے عمران سے جا ٹکرائے اور پھر عمران کو دھکیلتے ہوئے کمرے کی دیوار سے جا ٹکرائے۔ عمران اس وقت وہ کاغذ جیب میں ڈال رہا تھا اس لئے ان کا داؤ چل گیا۔

کیپٹن شکیل نے اپنے ساتھ کسی چونک کی طرح لیٹے ہوئے آدمی کی گردن کو ایک زوردار جھٹک دیا۔ اسی لمحے اس آدمی نے بڑی

پھرتی سے کیپٹن شکیل کی پسلیوں میں کہنی ماری۔ ضرب اتنی جچی تلی اور بھرپور تھی کہ کیپٹن شکیل جیسا آدمی "اوغ" کی آواز نکال کر نیچھے جھک گیا۔

نیچے گرتے ہی عمران بڑی پھرتی سے سیدھا ہوا اور پھر اس نے دونوں ٹانگوں سے ایک حملہ آور کو، جو ایک لڑکی تھی، اچھال کر دور پھینک دیا۔ دوسرے نے پوری قوت سے عمران کے چہرے پر ٹکر ماری۔ ٹکر خاصی زوردار تھی مگر عمران یہ وار سہہ گیا۔ اس نے اس آدمی کی بائیں پسلی پر بھرپور مکہ مارا اور ایک ہی مکے سے وہ آدمی مردہ چھپکلی کی طرح پلٹ کر پشت کے بل نیچے زمین پر گر پڑا۔ عمران اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ لڑکی ایک طرف گرتے ہی جیسے ہی اٹھی مشین گن اس کے ہاتھ آگئی اور پھر جیسے ہی عمران سیدھا ہوا اس نے مشین گن کا فائر اس پر کھول دیا۔ اسی لمحے عمران اپنے قدموں پر پوری قوت سے اچھلا اور ہوا میں اٹھتا ہوا سیدھا اس لڑکی کے سر پر آگرا۔ مشین گن کی گولیاں اس سے چند انچ نیچے سے گزرتی چلی گئیں۔ لڑکی کو دورا فائر کرنے کی مہلت نہ ملی اور عمران سے لیتا ہوا نیچے جا گرا۔ عمران نے پوری قوت سے اس کی کنپٹی پر مکہ مارا اور لڑکی نے ایک لمحے کے لئے تڑپ کر ہاتھ پیر ڈھیلے چھوڑ دیئے۔

ادھر جیسے ہی کیپٹن شکیل نیچے جھکا، سیاہ پوش نے اس کی گردن پر دو ہتھڑ مارنا چاہا مگر کیپٹن شکیل نے نیچے جھکتے ہی اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر جھٹکا دیا اور

16

سیاہ پوش اس کے سر پر سے ہوتا ہوا دوسری طرف جا گرا۔ پھر تو کیپٹن شکیل نے اسے اٹھنے کی بھی مہلت نہ دی اور اس کو ٹھوکروں پر رکھ لیا۔ چند لمحوں میں وہ بھی ہاتھ پیر چھوڑ گیا۔ "خاصے لڑاکے ثابت ہوئے ہیں یہ تینوں۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کیپٹن شکیل سے کہا۔

"لڑائی میں تو خیر اتنے ماہر نہیں ہیں البتہ پھرتیلے حد سے زیادہ ہیں۔" کیپٹن شکیل نے کپڑے جھاڑتے ہوئے کہا۔

"چلو انہیں اٹھا کر دانش منزل لے چلو۔ ایک کو تم اٹھاؤ دو کو میں اٹھا لیتا ہوں۔" عمران نے کہا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر ایک سیاہ پوش کو اٹھا کر کاندھے پر ڈال لیا اور دوسرے کو کھینچ کر بغل میں دبایا۔ کیپٹن شکیل نے بھی ایک کو اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور پھر وہ تینوں کو لئے کمرے سے باہر نکل آئے۔

"میرا خیال ہے، انہی کی کار استعمال کی جائے۔ عمران نے کہا اور پھر اس نے کار کا دروازہ کھول کر دونوں کو پچھلی سیٹ پر پھینک دیا۔ کیپٹن شکیل نے بھی اپنا بوجھ وہیں پھینک دیا۔

"کیپٹن شکیل تم کار لے کر واپس فیکٹری جاؤ اور وہاں کا معائنہ کرو۔ میں انہیں دانش منزل لے کر جاتا ہوں، تم سب بھی وہیں آجانا۔" عمران نے سٹیرنگ پر بیٹھتے ہوئے کہا اور پھر اس نے کار موڑ دی۔

کیپٹن شکیل نے اثبات میں سر بلایا اور پھر وہ پھاٹک کی طرف دوڑ پڑا۔ اس نے عمران کے لئے پھاٹک کھولا اور خود اپنی کار کی طرف مڑ گیا۔ عمران نے کار کوٹھی سے باہر نکالی اور پھر دانش منزل کی طرف چل پڑا۔ دانش منزل پہنچ کر اس نے تینوں کو مخصوص کمرے میں ڈالا اور ان کی بھرپور تلاشی

لینی شروع کر دی۔ اس نے ان کے جمسوں پر صرف کپڑے رہنے دیئے اور باقی تمام چیزیں نکال لیں۔ پھر اس نے کمرے کا دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔ دروازہ بند کر کے وہ سیدھا آپریشن روم کی طرف بڑھ گیا۔

"یہ کون ہیں عمران صاحب؟" بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا کیونکہ اسے اس کیس کے متعلق سرے سے کچھ علم نہیں تھا۔

"مہمان ہیں۔" عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے اطمینان بھرے لہجے میں کہا اور پھر جیب سے ایک کاغذ نکال کر اسے پڑھنے لگا۔ چند لمحے وہ کاغذ کو دیکھتا رہا اور پھر ٹیلیفون اپنی طرف کھسکایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

بلیک زیرو خاموش بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ابھی تک حیرت کے تاثرات موجود تھے۔

عمران نے نمبر ڈائل کیے اور پھر رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے اپنی اصل آواز میں کہا۔

"سر جمشید میں علی عمران بول رہا ہوں۔"

"علی عمران، اوہ میں سمجھ گیا فرمائیے ہمارے فارمولے کا کیا بنا۔" سر جمشید نے چونکتے ہوئے کہا۔

"آپ کا فارمولا اس وقت میرے ہاتھ میں ہے مگر اس کاغذ پر تو اس کا نام ائر لائٹ بم لکھا ہوا ہے۔" عمران نے لہجے میں حیرت کا عنصر پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں یہ ائر لائٹ بم کا فارمولا ہی تھا۔" سر جمشید نے جواب دیا۔

"مگر آپ تو اپنے فارمولے کی بات کر رہے تھے۔ آپ کے فارمولے کا

118

نام تو سر جمشید ہونا چاہیئے تھا۔" عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

دوری طرف چند لمحے تو خاموشی رہی پھر سر جمشید جیسے سنجیدہ آدمی کا قہقہہ اسے سنائی دیا۔ وہ عمران کی بات سمجھ گئے تھے۔

"بہت خوب آپ بہت دلچسپ آدمی ہیں۔" سر جمشید نے ہنستے ہوئے کہا۔

"شکر ہے خدا کا آپ نے مجھے آدمی تو کہا، ورنہ یہاں تو سب نے مجھے انسان کہہ کہہ کر غلط فہمی میں مبتلا کر دیا تھا۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور سر جمشید ایک بار پھر بے اختیار ہنس پڑے۔ شاید فارمولا ملنے کی خوشخبری نے ان کا موڈ ٹھیک کر دیا تھا۔

"فارمولا میں نے سیکرٹ سروس کے سربراہ کے پاس پہنچا دیا ہے وہ آپ کے پاس بھیج دیں گے۔ باقی آپ لیبارٹری کا حفاظتی انتظام سخت کر دیں، کیونکہ مجرم شاید پھر حملہ نہ کر دیں۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟ کیا مجرم پکڑے نہیں گئے۔" سر جمشید نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ان کی بات نہیں کر رہا آپ کی لیبارٹری میں ٹاپ سیکرٹ تجربات ہر لمحے ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے حفاظتی انتظام بے حد سخت ہونا چاہیئے۔ اچھا بائی بائی۔" عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رسیور رکھ دیا۔

اس نے جیسے ہی رسیور رکھا، کمرے میں تیز سیٹی کی آواز گونج اٹھی۔ بلیک زیرو نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر تیزی سے میز کے کنارے لگا ہوا بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے سامنے دیوار پر لگی ہوئی سکرین روشن ہو گئی۔ اس نے دیکھا کہ پھاٹک کے باہر صفدر اور کیپٹن شکیل موجود تھے اور صفدر کی کار

119

کھڑی تھی۔

بلیک زیرو نے بٹن دبا کر گیٹ کھولا اور کار آگے بڑھ آئی۔ برآمدے میں جب کار رکی تو صفدر اور کیپٹن شکیل نے کار کا دروازہ کھولا اور پھر لاشیں باہر نکال لیں۔ یہ دیکھتے ہی عمران نے میز کے کنارے لگا ہوا بٹن آن کیا اور مخصوص آواز میں کہنے لگا۔

"صفدر ان کو روم نمبر تھری میں ڈال کر تم دونوں میٹنگ ہال میں پہنچ جاؤ۔" اس کے ساتھ ہی اس نے بٹن آف کر دیا۔
 "کچھ مجھے بھی بتلائیے یہ کیا چکر ہے۔ پہلے آپ تین آدمی لے آئے ہیں، اب یہ لوگ دو آدمی اٹھا لائے ہیں پھر کچھ فارمولے کا چکر ہے۔" جب بلیک زیرو سے نہ رہا گیا تو وہ بول پڑا۔
 عمران نے شروع سے آخر تک اسے تمام کہانی تفصیل سے سنا دی۔

"کمال ہے آپ نے اتنا بڑا کیس حل کر دیا اور مجھے ہوا بھی نہیں لگنے دی مگر ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ مجرموں کے بھاگنے کے بعد آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ دوبارہ اسی کوٹھی میں جائیں گے۔" بلیک زیرو نے کہا۔

"دراصل میں نے بھاگنے ہوئے مجرموں کی ایک جھلک دیکھی تھی اور چونکہ ایک بار میں انہیں لیبارٹری میں بھاگتا دیکھ چکا تھا اس لئے میں نے ان کا انداز پہچان لیا تھا۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ابھی بہت سی الجھنیں باقی رہتی ہیں..... مثلاً....."
 "سب الجھنیں حل ہو جائیں گی، تم میرے ساتھ آؤ۔ نقاب لگا لو۔ ابھی بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کے متعلق میں نے صرف اندازہ ہی لگایا ہے۔" عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

دونوں آپریشن روم سے نکل کر مخصوص کمرے کی طرف بڑھنے لگے۔ بلیک زیرو نے میز کی دراز سے نقاب نکال کر منہ پر چڑھا لیا تھا۔

عمران نے دروازہ کھولا اور پھر وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ اندر موجود تینوں سیاہ پوش پوش میں آچکے تھے۔ ان دونوں کو دیکھ کر وہ چونک کر کھڑے ہو گئے۔

"اطمینان سے بیٹھ جائیے۔ میں نے آپ لوگوں سے چند باتیں پوچھنی ہیں۔ اس کے بعد فیصلہ ہوگا کہ آپ کو کیا سزا دی جائے۔" عمران نے بڑے باوقار لہجے میں ان سے مخاطب ہو کر کہا۔
"تم کون ہو؟" ڈی-ون نے زبان کھولی۔

"میرا نام علی عمران ہے۔ بس میرا اتنا ہی تعارف کافی ہے۔ میرے ساتھ سیکرٹ سروس کے سربراہ ایکسٹو ہیں اور اس وقت آپ سب سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر میں ہیں۔" عمران نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

ایکسٹو کا نام سن کر وہ تینوں نمایاں طور پر اچھل پڑے۔ ان کی آنکھوں سے حیرت کے ساتھ خوف کا عنصر بھی چھلک آیا۔
"آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟" ڈی-ون نے سنجیدگی سے پوچھا۔
سب سے پہلے تو آپ لوگ اپنے نقاب اتار دیجئے۔ عمران نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"نقاب، کیسے نقاب؟" ڈی-ون نے بوکھلا کر پوچھا۔
"ربر کے ماسک جو آپ تینوں نے چہرے پر چڑھائے ہوئے ہیں۔" عمران نے اطمینان سے جواب دیا۔
"ہم نے کوئی نقاب نہیں چڑھائے ہوئے۔ ڈی-ون نے اس بار سخت

لگایا تھا اور صرف اس اندازے کی تصدیق کے لئے میں نے اتنا تکلف کیا ہے ورنہ میں تو مجرموں کو موقع پر ہی گولی مار دینے کا قائل ہوں۔" عمران نے اس بار انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

ڈی-ون چند لمحے کچھ سوچتا رہا جیسے فیصلہ نہ کر پا رہا ہو کہ عمران کی بات مانے یہ نہ مانے۔ پھر اس نے اپنی گردن کی طرف ہاتھ بڑھایا، دونوں سائیڈوں میں چٹکی بھری اور پھر ربڑ کا نقاب مصنوعی بالوں کی وگ سمیت اتار کر پھینک دیا۔ اب وہ اپنی اصل شکل میں تھا۔ عمران اس کی شکل دیکھ کر دھیرے مسکرا دیا۔ وہ تیکھے نقوش کا مالک ایک خوشرو نوجوان تھا۔ فراخ پیشانی اور اونچی ناک اس کی عالی حوصلگی اور مستقل مزاجی ظاہر کر رہی تھی اور آنکھوں میں موجود چمک ذہانت کا پتہ دے رہی تھی۔ اس کے نقاب اتارتے ہی ڈی-ٹو اور ڈی-تھری نے بھی نقاب اتار پھینکے۔

ڈی-تھری ایک خوبصورت مقامی لڑکی تھی جس کے سنہری بال شانوں تک بکھرے ہوئے تھے۔

"تعاون کا شکریہ۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہم نے آپ پر اعتماد کیا ہے اور خاص طور پر ایکسٹو پر، کیونکہ ایکسٹو کے بیشمار کارنامے ہم نے سنے ہوئے ہیں اور ایکسٹو ہمارے لئے بیرو کا درجہ رکھتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ آپ ہمارے متعلق فیصلہ کرنے سے پہلے ہماری بات سنیں گے کہ ہم مجرم نہیں ہیں۔" ڈی-ون نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

آپ تفصیل بتلائیں، فیصلہ کرنا ہمارا کام ہے۔" بلیک زیرو پہلی بار اپنی مخصوص آواز میں بولا۔ اس کے پر وقار لہجے نے ان تینوں پر خاصا اثر کیا اور وہ غیر شعوری طور پر مؤدب ہو گئے۔

"آپ پہلے یہ بتائے کہ آپ نے لیبارٹری پر حملہ کر کے ٹاپ سیکرٹ فارمولا کیوں اڑایا؟" عمران نے سوال کیا۔

"میں شروع سے بتاتا ہوں۔ ہم تینوں ایک ایسے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جسے سرمایہ دار طبقہ کہا جاتا ہے۔ میں نے کرمناالوجی میں ڈاکٹریٹ کی ہوئی ہے۔ میرا ساتھی سائنس کا ڈاکٹر ہے اور یہ لڑکی بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے۔ ہم تینوں شروع سے ہی جنگ کی تباہ کاریوں سے نفرت کرتے تھے۔ ایک دن جب ہم تینوں کلب میں بیٹھے اس موضوع پر بات چیت کر رہے تھے۔ ہم نے باتوں باتوں میں دنیا کو جنگ کی تباہ کاریوں سے نجات دلانے کا منصوبہ تیار کیا۔ ہم نے اس کے لئے باقاعدہ ایک تنظیم بنائی جس کا مخفف نام ڈیشننگ تھری تجویز کیا۔ میں نے اپنا کوڈ نام ڈی-ون، اس کا ڈی-ٹو اور اس لڑکی کا ڈی-تھری تجویز کیا۔

پھر ہم نے باقاعدہ میک اپ کے فن میں مہارت حاصل کی۔ جوڈو اور کرائے سیکھی اور اس سلسلے میں دیگر تربیتیں باقاعدہ یورپ سے حاصل کیں۔ اس کے بعد ہم باقاعدہ کسی مہم کو حل کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

ہمارا مشن یہ تھا کہ ہم جنگ کی تباہ کاریاں پھیلانے والے ہتھیاروں اور اس سلسلے میں فارمولوں کو حاصل کر کے ضائع کر دیں۔ ابھی ہم سوچ ہی رہے تھے کہ مشن کا آغاز کہاں کریں اور کس طرح سے کریں کہ ہم نے اخبار میں ائر لائٹ ہم کے متعلق پڑھا۔ چونکہ یہ ہماری پہلے مہم تھی اس لئے ہم نے اس فارمولے کو

چنانچہ ہم نے اس سلسلے میں پروگرام مرتب کیا۔ بہر حال تفصیلات سے قطع نظر ہم وہ فارمولا حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ مگر جیسے ہی ہم فارمولا لے کر اپنے اڈے پر پہنچے نامعلوم مجرموں نے ہمیں گیس سے بے ہوش کر دیا اور فارمولا لے اڑے۔ جب ہمیں ہوش آیا تو اڈے میں فٹ خفیہ کیمروں سے ہم نے ان کے فوٹو حاصل کیے اور پھر ڈی-ٹو نے ایک کلیو دیا کہ یہ لوگ امپیریل گلاس فیکٹری سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ ہم ان پر چڑھ دوڑے اور نتیجہ میں وہاں سے فارمولا حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ مگر ابھی ہم اپنے اڈے پر پہنچے ہی تھے کہ آپ لوگ آگئے اور نتیجے میں ہم یہاں موجود ہیں۔" ڈی-ون نے پوری تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے، میرا بھی یہی اندازہ تھا اور میں نے یہ اندازہ صرف اس بناء پر لگایا تھا کہ آپ لوگوں نے ڈاکٹر کمال حسین کو قتل کرنے کی بجائے اس کے ذہن کو تعمیر کی طرف منتقل کر دیا تھا۔" عمران نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"اب آپ ہمارے متعلق کیا فیصلہ کریں گے؟" ڈی-ون نے امید بھرے لہجے میں سوال کیا۔

"آپ لوگوں نے اس سلسلے میں چند غلط قدم اٹھائے ہیں۔ نمبر ایک آپ نے لیبارٹری کے ایک ذمہ دار آفیسر سلطان کو قتل کیا ہے۔ پھر دو ملٹری پولیس کے آدمی آپ کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ اس لئے آپ کے متعلق فوری فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ آج آپ یہیں رہیں۔ کل آپ کے متعلق فیصلہ ہو جائے گا۔" عمران نے کہا اور پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ بلیک زیرو بھی اٹھا اور پھر وہ دونوں

"کیا خیال ہے عمران صاحب انہیں حکومت کے حوالے کر دیں۔ بہر حال یہ مجرم ہیں۔ انہوں نے دفاعی راز چرایا ہے۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"ابھی میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ پہلے صفدر کی روئیداد سن لیں۔" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ پھر بلیک زیرو تو آپریشن روم کی طرف بڑھ گیا البتہ عمران سیدھا میٹنگ ہال کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"سناؤ بھائی کیا تیر مار کر آئے ہو۔" عمران نے اندر داخل ہوتے ہی کہا۔

"آپ نے اچھا کیا، ہماری کار ہی لے اڑے۔ اگر کیپٹن شکیل واپس نہ آتا تو ہم پیدل چل چل کر مر جاتے۔" صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اچھا، یعنی کہ زندگی میں میں نے پہلی بار غلطی کرتے ہوئے کیپٹن شکیل کو کار دے کر واپس بھیج دیا اور آپ احسان ماننے کی بجائے الٹا ناراض ہو رہے ہیں۔" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"نہیں نہیں آپ کی مہربانی، بہر حال سنئے۔ جب ہم ورکشاپ میں داخل ہوئے تو اس کی عمارت سے سیڑھیاں اندر جارہی تھیں۔ ان سیڑھیوں کے ذریعے ہم تہہ خانے میں پہنچ گئے۔ تہہ خانے خالی تھے البتہ نو لاشیں وہاں موجود تھیں۔ ہم نے وہاں کی تلاشی لی تو کاغذات ملے۔ لانگ رینج ٹرانسمیٹر بھی وہاں موجود تھا۔ وہ کاغذات اور ان کے سرغنے اور اس شخص کی، جس نے ہماری کار پر فائرنگ کی تھی، لاشیں ہم یہاں لے آئے ہیں۔ باقی سامان اور لاشوں پر پہرہ دینے کے لئے تنویر کو ہم وہیں چھوڑ آئے ہیں۔ صفدر نے کہا اور پھر اس نے جیب میں کاغذات کا ایک پلندہ

نکال کر عمران کے سامنے رکھ دیا۔ عمران نے وہ کاغذات اٹھائے اور انہیں سرسری طور پر پڑھنا شروع کر دیا۔
"خوب، زبردست موڈی مار دیا ہے یار لوگوں نے۔" عمران نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" کیپٹن شکیل اور صفدر نے چونک کر پوچھا۔
"سرغنہ جس کی لاش تم لے کر آئے ہو اس کے چہرے پر زخموں کے نشان ہیں؟" عمران نے جواب دینے کی بجائے سوال جڑ دیا۔
"ہاں اتنے نشان کہ ان کی گنتی نہیں کی جاسکتی۔" صفدر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے، پھر وہی ہے۔ یہ یورپ کا مشہور ترین اور خطرناک ترین مجرم بلیک ڈاگ تھا۔ ایک ایسا مجرم جس سے پورا یورپ کانپتا ہے۔" عمران نے جواب دیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔
"ٹھیک ہے اب تم لوگ جا سکتے ہو۔ میں یہ کاغذات ایکسٹو کو پہنچا دیتا ہوں۔ وہ خود ہی تنویر کو بھی ہدایات دے دے گا۔" عمران نے کہا۔

"اور آپ؟" صفدر نے کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا۔
"مجھے تمہارے چوبے نے روک رکھا ہے۔ میں سوچ رہا ہوں، شاید اسے مجھ پر ترس آگیا ہو اور وہ جولیا سے میری شادی کا فیصلہ کرچکا ہو۔ موقع بھی اچھا ہے، تنویر بھی موجود نہیں ہے۔" عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور وہ دونوں بے اختیار ہنس پڑے۔ عمران وہیں ٹھہرا رہا اور وہ دونوں میٹنگ ہال سے باہر نکل گئے۔ جب عمران نے اندازہ کر لیا کہ وہ دونوں دانش منزل سے باہر جا چکے ہوں گے تو وہ آپریشن روم میں آگیا۔

"طاہر ان ڈیٹوں نے بڑا معرکہ مارا ہے۔" عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" بلیک زیرو نے پوچھا اور عمران نے بلیک ڈاگ کے متعلق تفصیل سے بتا دیا۔

"واقعی یہ تو اندھے کے پیر نیچے بٹیر آجانے والی بات ہے مگر وہ ان سے کیسے ٹکرا گیا۔ وہ چاہتا تو خود فارمولا حاصل کر سکتا تھا۔" بلیک زیرو نے کہا۔

"یہ تینوں ابھی اناڑی ہیں۔ کہیں اپنے مشن کا عام جگہ پر ذکر کر بیٹھے ہوں گے۔ اس سن گن مل گئی چنانچہ اس نے خود سامنے آنے کی بجائے اس کی نگرانی شروع کروا دی ہوگی اور پھر جیسے ہی یہ فارمولا لائے، اس نے فارمولا حاصل کر لیا۔" پھر اب کیا خیال ہے۔" بلیک زیرو نے کہا۔

"بلیک ڈاگ کا خاتمہ کر کے انہوں نے ایک ایسا کارنامہ انجام دیا ہے جو ان کے حق میں جاتا ہے۔ پھر ان کا مشن بھی تعمیری ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ان میں ایسی صلاحیتیں بھی ہیں کہ یہ اپنے مشنز کو باسانی پایہء تکمیل تک پہنچا سکتے ہیں۔ صرف تجربے کی کمی ہے جو آہستہ آہستہ پوری ہو جائے گی۔ دراصل ان سے غلطی یہ ہوئی کہ انہوں نے پہلا مشن اپنے ہی ملک میں شروع کر دیا۔ طاہر بے نتیجہ یہی ہونا تھا جو ہوا۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جیسے آپ کی مرضی بہر حال فیصلہ تو آپ نے کرنا ہے۔" بلیک زیرو نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"بس فیصلہ ہوچکا، میں خود ان کی تنظیم میں شامل ہو جاتا ہوں۔ ڈی۔ فور کا عہدہ تو مل جائے گا۔ ورنہ یہاں تو ظاہر ہے ایکسٹو کی سیٹ پر تم نے قبضہ جما رکھا ہے۔ نجانے ہمارا نمبر کب آئے۔" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو نے اختیار ہنس پڑا۔

"اچھا تم ایسا کرو کہ یہ فارمولا کسی ممبر کے ہاتھوں سر جمشید کو بجھوا دو اور بلیک ڈاگ اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں فیاض کو بجھوا دو۔ اس کے کاغذات بھی فیاض کے حوالے کر دو۔ تنویر کو واپس بلا لو۔ حکومت کو فارمولا بھی مل گیا اور مجرم بھی اللہ اللہ خیر سلا۔ عمران نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"اور آپ؟" بلیک زیرو نے چونک کر پوچھا۔

"میں اپنی تنظیم کے ممبران کی آج اپنے فلیٹ پر دعوت کروں گا۔ انہیں مونگ کی دال کھلا کر احمق پن کے اسرار و رموز سے آگاہ کروں گا اور اس کے بعد انہیں کسی نئے مشن کی تلاش میں روانہ کر دوں گا۔ عمران نے جواب دیا۔

"کیا بات ہے عمران صاحب آپ کو اس تنظیم سے بڑی ہمدردی پیدا ہوگئی ہے کچھ.....؟" بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے بڑے ذہین ہو گئے ہو۔ بڑی جلدی بات کی تہہ تک پہنچ گئے۔ دراصل وہ لڑکی....." عمران نے بڑے رازدارانہ انداز میں بلیک زیرو کو آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

پھر جھپٹ کر دروازے کی طرف بڑھا مگر دروازے پر ہی وہ مڑا۔
 "ارے ہاں جولیا کو نہ بتلانا ورنہ میری شامت آجائے گی۔" عمران
 نے کہا اور پھر تیزی سے باہر نکل گیا۔
 بلیک زیرو کافی دیر تک بیٹھا ہنستا رہا پھر اس نے ٹیلیفون پر
 سپرنٹنڈنٹ فیاض کو نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

ختم شد